سلسلۂ تصوف نمبر ۳

اردو ترجمہ کتاب

خیالات العشاق

تصنیف لطیف عارف کامل و عالم عامل جناب حضرت سلطان التارکین

قاضی حمید الدین ناگوری چشتی

رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

جناب مولانا مولوی الہ دین صاحب منشی فاضل حنفی نقشبندی مجددی سلمہ ربہٗ

حسب فرمائش

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

کوچہ ککے زئیاں بازار کشمیری

لاہور

نولکشور گیس پرنٹنگ ورکس لاہور میں صحت و صفائی کے ساتھ چھپا

قیمت فی جلد [illegible]

تصوف کی بے بہا اور نہایت بے نظیر قابل دید و خرید کتابوں کا

جذب الاصفیا الی فضائل المصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم

یعنی جناب نبی عربی فداہ روحی اُمی و ابی صلے اللہ علیہ وسلم کے مختصر فضائل پر ایک صوفیانہ قرآن حدیث سے تحقیق مصنف صاحب نے آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ کے فضائل کو قرآن حدیث صحیح اقوال بزرگان عظام سے ثابت کیا ہے۔ عاشقان رسول کریم کے لئے ایک نہایت مستند اور اعلےٰ درجہ کی کتاب لاجواب ہے صوفیان صفاکیش اس کو حرز جان بنائیں اور سعادت دارین حاصل کریں ✣ قیمت چار آنے ... ۴ر

القول المقبول فی علم غیب الرسول صلے اللہ علیہ وسلم

یعنی جناب نبی عربی فداہ روحی امی و ابی صلے اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے پر ایک محققانہ اور منصفانہ قرآن احادیث صحیحہ سے ثبوت میں مصنف صاحب نے اس بات کو نہایت عمدہ اور واضح طور پر قرآن احادیث سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل تھا۔ بس قابل دید لاجواب کتاب ہے۔ نہایت اعلےٰ درجہ کے سفید کاغذ پر خوشخط چھپ کر تیار ہے ✣ قیمت چھ آنے ... ۶ر

اردو ترجمہ مکتوبات میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا اردو ترجمہ طالبان راہ حقیقت کیلئے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے ✣ قیمت ... ۴ر

اردو ترجمہ مع اصل کتاب ہشت شرائط خواجگان نقشبندیہ

از تصنیف لطیف ملا حسین صاحب خباز رحمۃ اللہ علیہ۔ یعنی بزرگان سرکار نقشبندیہ کے ہشت شرائط قابل دید کتاب ہے ✣ قیمت ... ۲ر

اردو ترجمہ رسالہ نقشبندیہ

اس رسالہ میں نقشبندیہ طریقہ کے ذکر اور وظائف قلبی اور مراقبہ وغیرہ کا بیان ہے اور اس کے ساتھ طریق مراقبہ بھی بتایا گیا ہے اور دل کا نقشہ دکھلا کر ہر ایک لطیفہ و مقام دکھلایا گیا ہے ✣ قیمت چار آنے ... ۴ر

اردو ترجمہ مجمع الاسرار

جناب حضرت پیر بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں طریقہ قادریہ کے ذکر اور اوراد کو نہایت نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ نہایت اعلےٰ درجہ کے سفید کاغذ پر خوشخط چھپ کر تیار ہے ✣ قیمت دس آنے ... ۱۰ر

اردو ترجمہ ہدیۃ القلوب و تحفۃ الارواح

یہ کتاب بھی تصوف میں ایک بیش بہا جوہر ہے۔ خدا سے رابطہ و اتحاد کرنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا ذکر اس میں نہ آیا ہو۔ کتاب قابل دید ہے ✣ قیمت ... ۸؍

اردو ترجمہ چہل حدیث

یہ کتاب چہل حدیث شریف کا اردو ترجمہ ہے۔ مؤلف علیہ الرحمۃ نے ہر ایک حدیث کا نہایت وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ بزرگان عظام و اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ پڑھ کر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ اگر ہمارا یہ کہنا غلط نکلے تو ہم صرف پر کتاب واپس لینے کے ذمہ دار ہیں۔ دل دردمندوں کے لئے تو گویا اکسیر ہے ✣ قیمت ... ۸؍

دریائے حقیقت

یعنی کتاب دوہڑے ہاشم شاہ۔ کتاب شائقین طریقت و واقفان سوز حقیقت شناوران دریائے توحید عاشقان الٰہی کیلئے در و جواہرات کا ٹکڑا ہے ✣ قیمت ۲ر

اُردُو ترجمہ

خیالات العشاق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ورود نا محدود اُس ظہور (محمدؐ) پر جو کہ ذات کا مشہود اور صفات کا مقصود ہے۔ اور آل اصحاب اور پیرؤں پر ہو۔ اس کے بعد چند کلمے جو الہامات سے ہیں نہ کہ عقلیات سے اور نہ ہی ہوش سے ہیں اور نہ ہی گوش سے۔ (یعنی یہ باتیں جو درج کی جاتی ہیں۔ یہ باتیں سنی سنائی یا من گھڑت عقلی ڈھکوسلے نہیں بلکہ بذریعہ الہامات معلوم ہوئی ہیں) اس لئے اس کا نام **خیالات عشاق** رکھا گیا ہے۔ یہ دوستوں کے ذوق کے لئے لکھا گیا ہے۔ تاکہ عشق کی مشکلات میں رہنما کا کام دے۔ اس شراب سے شوق کی آگ بدن میں لگ اُٹھتی ہے۔ امید ہے کہ ہمیشہ کے مقبول مردوں کی نظر میں قبول ہوگی۔ آمین یارب العالمین +

جب وہ نازک پھول بے نشان پھلواڑی میں ناز کے بستر پر مستی کی خواب میں ایسا بے خود تھا۔ کہ اسے اپنی ہستی کی بھی خبر نہ تھی۔ تو اچانک قضا کی مشاطہ نے کُنۡتُ کَنۡزًا مخفیًا (میں پوشیدہ خزانہ تھا) سے سر نکالا اور محبت کا گیت اس کے کان میں سُنایا۔ اس گیت کے سنانے میں اسے ہوش میں لائی اور ان اعرف (اور یہ کہ میں پہچانا جاؤں) کی کشش سے اسے جگایا۔ جب عدم کے پنگورے سے سر اُٹھایا۔ تو

اتفاقیہ اس کی نگاہ خلق ادم علی صورتہ (آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) پر جا پڑی اور اس کے حسن نور نے اُس کے حال کی آنکھ پر ایسا پرتو ڈالا کہ عشق کی زیادتی کے سبب اسے بے قرار کر دیا۔ اور نہایت بے قراری کے سبب عین حضوری میں بے صبوری کی فریاد کر اُٹھا۔ یالیت رب محمد لم یخلق محمدا (کاش کہ محمد کا پروردگار محمد کو نہ پیدا کرتا) نے حقیقت میں خوبی کی زیادتی سے اس کی جان میں خرابی ڈالی۔ البتہ عشق کا بادشاہ جس سے مراد حسن ہے جس قدر عاشق کی نظر کی آنکھ سے معشوق کے آئینہ میں اپنے جمال کو دیکھتا ہے۔ اتنا ہی عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ اور جتنا خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ اتنا ہی خراب ہوتا جاتا ہے۔ اور جس قدر خراب ہوتا جاتا ہے اچھا ہوتا جاتا ہے اور شروع سے لیکر اخیر تک اس کی یہی حالت رہتی ہے۔ ہاں ازل سے سر نکالکر ابد تک دیکھتا تو رہتا ہے۔ لیکن اشتیاق کے ہونیکی وجہ سے سیر نہیں ہوتا۔ مگر سیر آبی ممکن ہے۔ ع

وقتِ نشد از دیدنِ تو دیدۂ ما سیر الحق کہ دریں شیوہ چہ نادیدہ گدائیم

ہماری آنکھ تیرے دیدار سے کبھی بھی سیر نہ ہوئی۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس طریق میں ہم کیسے نادیدہ بھیک مانگتے ہیں +

جب اُس (خدا) نے چاہا کہ ظہور کے میدان میں محبت کی بساط بچھائے اور جہان کی پھلواڑی میں عاشقی اور معشوقی کی صفت سے اپنے رخسار کے پھول سے عشق بازی کرے۔ اور میرے تیرے ساز میں محبت کا گیت شروع کرے تاکہ عاشق اس گیت کے سننے سے پروانے کی طرح اس معشوق کے جمال کی شمع پر اپنے آپ کو قربان کر دے۔ لیکن محبان الٰہی اس کے جمال سے فراق کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اور نہیں چاہتے تھے۔ کہ دنیا کے قید خانہ میں آئیں۔ اور انسانی قالب کے پنجرے میں پھنس جائیں۔ جب اللہ تعالےٰ نے ان سے وعدہ فرمایا۔ کہ ہمارا لطف تمہیں چھوڑ نہیں دیگا۔ اس میں بڑی مصلحت ہے۔ کیونکہ وصال کا قدر فراق کے بغیر معلوم نہیں ہوتا۔ پس صفات (الٰہی) کے گلشن میں جاکر ذات (الٰہی) کی خوشی حاصل کر۔ زندگی میں ہماری قدرت کے عجائبات کو دیکھ۔ اور طرح طرح کی نعمتوں کو حاصل کر کے ان کا شکر بجالا۔ کہ ان سب کو تیرے لئے تیار کیا ہے۔ اور تجھ کو

اپنے لئے- اس دوری کے سبب مجھ سے دور نہ ہو جانا- خاطر جمع رکھو کہ محبت کا سلسلہ مضبوط ہے- یعنی یحبھم ویحبونہ (وہ انہیں محبت کرتا ہے اور وہ اسے محبت کرتے ہیں) اور کرم (مہربانی) کا رفیق تجھ سے کسی حالت میں بھی جدا نہ ہوگا- یعنی وھو معکم اینما کنتم (اور وہ تمہارے ساتھ ہے- جہاں کہیں تم ہو) اور ہر گھڑی ہمارے ساتھ گفتگو کرتے رہنا- یعنی فاذکرونی اذکرکم (پس یاد کرو مجھے میں تمہیں یاد کروں گا)- اور مہربانی کا طوق تیری گردن سے اُتار نہیں لیا جائیگا- یعنی نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ہم اس سے شاہ رگ کی نسبت بھی زیادہ نزدیک ہیں) پڑھ- اور ہر دم مجاہدہ میں اپنے آپ کو بھلا دینے کی کوشش کرنا- یعنی اذکر ربک اذا نسیت (خدا کو یاد کر جبکہ تو اپنے آپ کو بھول جاوے) اور ہر وقت مشاہدۂ کامل میں رہنا یعنی فاینما تولوا فثم وجہ اللہ (پس جس طرف تم رخ کرو اُسی طرف خدا کا چہرہ ہے-) اور ہمیشہ دائرہ جمع میں قیام کرنا- یعنی کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام (ہر چیز فنا ہونے والی ہے- اور باقی رہیگا تیرے پروردگار کا چہرہ جو کہ صاحب بزرگی اور بخشش ہے) تاکہ ہمارے ذوق کا ساقی شوق کا شراب تیری جان کے حلق میں ڈالے- یعنی وسقٰھم ربھم شرابًا طھورًا (اور پلائی اُن کو ان کے پروردگار نے پاک شراب) پھر تھوڑے ہی دنوں میں تیرے وصل کا دھاگا ہلیگا اور اس کثرت (دنیا) کے سفر سے اپنے اصلی وطن میں جو وحدت ہے- تو پہنچ جائیگا- یعنی قطرہ کو جو سیپ میں پوشیدہ کیا ہے تو اس واسطے کہ موتی بن جائے- اور جب موتی کامل ہو چکا تو پھر اس سیپ میں نہیں رہنا چاہیئے- بلکہ اس وقت وہ بادشاہ کے خزانے میں آتا ہے- تاکہ اُس کی قیمت بڑھے- یعنی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (آج میں نے مکمل کر دیا دین تمہارا تمہارے لئے اور تمام کر دی تم پر اپنی نعمت) اسی وجہ سے تھا٭

افسوس افسوس جب وہ بے بہا موتی سیپ میں آیا وہ تیر بلا تھا- جو نشانے پر لگا- بغیر رد کرنے کے قبول ہوا- یعنی ولقد خلقنا الانسان فی کبد (اور تحقیق پیدا کیا انسان کو ہم نے محنت میں) عجب ظہور ہے جو عین چھپا ہے اور عجیب چھپا ہے جو عین ظہور ہے اور عجب ظہور ہے جو عین موجود ہے اور عجب موجود ہے- جو نا بود

ہے۔ اور عجیب شہود ہے۔ جو بے موجود ہے۔ اور عجیب احد ہے جو عدد میں بے حد نمود ہے۔ اور عجیب نمود ہے جو عدد میں ایک نمود ہوا۔ اور عجیب معما ہے جس کو کوئی بھی حل نہیں کر سکتا۔ اور عجیب چہرہ ہے جس نے دل سے ہوش کھو دی۔ اور عجیب ہوش کا کھو دینا ہے جس نے نابود ہی کر دیا۔ اور عجیب نابودگی ہے جو ہستی میں لاتی ہے۔ اور عمدہ گم گشتگی وہ ہے جو اُس (اللہ تعالےٰ) کے ساتھ ہو۔ اور بہت عمدہ وہ ہستی ہے جو اُس میں ہو +

افسوس افسوس۔ کیا ہی اچھا وہ درد ہے جس کا علاج وہی (خدا) ہے۔ اور بہت ہی عمدہ وہ علاج ہے۔ کہ جس سے جان حاصل ہوتی ہے۔ اور بہت ہی عمدہ وہ جان ہے۔ جو معشوق (خدا) کے ساتھ خوش ہے۔ اور وہ سودا نہایت ہی عمدہ ہے۔ جس میں اس کی (خدا) خواہش پائی جائے۔ اور بہت ہی عمدہ وہ خواہش ہے۔ جس سے اس کا لقا ہو۔ اور وہ لقا بہت ہی عمدہ ہے۔ جو بقا بخشے۔ اور وہ آنکھ بہت ہی عمدہ ہے۔ جو اُس کی آنکھ سے دیکھنے والی ہو۔ اور بہت ہی اچھا وہ وصل ہے جو ہجر سے فارغ ہو۔ اور وہ ہجر بہت ہی عمدہ ہے۔ جو اُس کے شوق سے حیران ہے۔ اور وہ شوق بہت عمدہ ہے جو اس کے ذوق میں کپڑے پھاڑتا ہے۔ اے میری جان یہ وجود عین یافت ہے۔ جس نے اس یافت میں (خدا کو) نہ پایا۔ اس نے ہرگز نہ پایا۔ اور یہ آنکھیں دیکھنے کے لئے ہیں۔ جس نے ان آنکھوں سے اِس دیکھنے میں کچھ نہ دیکھا اُس نے ہرگز نہ دیکھا۔ یعنی من کان فی ھذہٖ اعمےٰ فھو فی الاخرۃ اعمےٰ (جو اس دنیا میں اندھا تھا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا) اے میری جان شوق میں جوش ظاہر کرنا اور اپنے آپ کو فراموش کرنے کی کوشش کرنا۔ اور اپنے آپ کو ذات (الہیٰ) میں پوشیدہ کرنا بہادری اور دلاوری ہے۔ ~

چناں در اسم او کن جسم پنہاں   کہ میگردد الف در بسم پنہاں

اُس کے نام میں اپنے جسم کو ایسا پوشیدہ کر۔ جیسے کہ بسم (بہ اسم) میں الف پوشیدہ ہو جاتا ہے +

جو مشاہدہ اقوال اور مشاہدہ افعال سے مشاہدہ احوال حاصل ہوتا ہے۔

اور مشاہدہ احوال میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے۔ کہ فانی مطلق ہو جاتا ہے۔ اور جب فانی مطلق ہو جاتا ہے تو بقائے ابدی (ہمیشہ کی زندگی) حاصل کر لیتا ہے اور جب اس مقام (باقی باللہ) پر پہنچتا ہے تو اس کے اقوال و افعال حقیقی ہوتے ہیں۔ جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے۔ یعنی قم باذن اللہ (اللہ کے حکم سے اُٹھ) اس مرتبے پر ہوتا ہے۔ مگر ان حالات کو کوئی تو اپنے آپ میں پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور کوئی ظاہر کر دیتا ہے اور انجام یہی ہے کہ پوشیدہ رکھے۔ اور جو پوشیدہ رکھتا ہے اور ہضم کر جاتا ہے وہ سر سلامت لیجاتا ہے اور جو ظاہر کر دیتا ہے وہ سر دیجاتا ہے۔ اور جو سر سلامت لیجاتا ہے وہ دریانوش (عالی حوصلہ ہے) اور جو سر دیتا ہے وہ ایک ہی قطرے سے مدہوش ہے۔ اور وہی عشق کا بادشاہ ہے جو کہیں جوش کیساتھ ظاہر ہوتا ہے اور کہیں ہوش کیساتھ۔ اور جس میں جوش کیساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ وہ عاشق ہالک (فنا ہونیوالا) ہے اور وہ جس میں ہوش کیساتھ ہو وہ عاشق عارف ہے لیکن وہ وصل عمارت ہوا اور یہ بصارت کی شہادت میں رہا ۔

افسوس افسوس۔ اے میری جان اگر میں عارف مومن ہوں تو تجھے کیا اور اگر میں منافق کافر مشرک ہوں تو تجھے کیا۔ اگر تجھے قبول کرے تو تجھے کیا اور اگر رد کرے تو تجھے کیا۔ یعنی جب میں ہیچ ہوں تو مجھ سے کچھ نہ مانگ۔ جب وہ ہے وہی ہے اور وہی ہو گا۔ اور جب وہ بے شک ہے تو بھی شک نہ کر کیونکہ یہ عاشقوں کے خیالات ہیں۔ اے میری جان جس طرح بہشتیوں کو دوزخ بڑا عذاب ہے۔ اُسی طرح دوزخیوں کو بہشت عذاب ہے۔ یعنی جلالی کو جلال اور جمالی کو جمال بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن عاشق ان دونوں سے بیزار ہیں۔ اس واسطے کہ وہ ذات حق ہیں (یعنی ان کی ذات ذات الٰہی سے مل گئی ہے) اور اُن کا خیال ان دونوں سے بہت اعلےٰ ہے۔ ان کا محبوب پرواز میں ہے۔ اور وہ اُس کے حسن کی بے نہائتی میں ہر دم اضطراب کی حالت میں ہیں۔ اور ان کے چہرے کا رنگ ہمیشہ سونے کی طرح رہتا ہے۔ اور محبت کی کسوٹی پر عمدہ ہیں۔ اور ان کا مقام عند ملیک مقتدر (صاحب قدرت بادشاہ کے نزدیک) ہے ۔

افسوس افسوس۔ اے میری جان عاشق اور معشوق ایک ذات ہیں۔ اگرچہ ظاہرا طور پر دو دکھائی دیتے ہیں۔ اور جو دو دیکھتا ہے وہ خروش میں ہے۔ اور

جو ایک دیکھتا ہے وہ خاموش ہے۔ اور جو کچھ بھی نہیں دیکھتا وہ بیہوش ہے۔ اور جو دیکھتا ہے مست ہے۔ اور یہ تمام رنگ اسی کے ہیں۔ اور یہاں کون ہے جو دخل دے۔ اور اس کی تعریف میں زبان کھولے۔ وہی ہے جو اپنی بے نہایتی میں خود ہی حیران ہے ÷

افسوس افسوس۔ اس وقت جبکہ عشق کی ہوا دریائے وحدت کو جنبش میں لائی اور لہریں شروع ہوئیں اور یہ تمام (چیزیں) جو دکھائی دیتی ہیں۔ اسی دریا کی لہرے ہیں۔ اور جو کہ آتا ہے اور جاتا ہے جس وقت عشق کی ہوا بند ہو جاتی ہے اور دریا لہریں مارنے سے ٹھیر جاتا ہے۔ اور ظاہر شدہ چیزیں پھر تہ پر چلی جاتی ہیں۔ تو قیامت قایم ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ جب تک اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو گا قیامت نہیں آئے گی۔ اور یہ کنایہ بھی (اشارہ) اسی سے ہے۔ اور اس بات کی شرح بہت لمبی ہے۔ ٹھیک طور پر لکھی جا نہیں سکتی۔ جس نے سمجھ لیا سمجھ لیا +

افسوس افسوس۔ اے میری جان ایک اشارے (کن) سے ہزاروں عبارتیں پیدا ہو گئیں۔ اور ہر عبارت کی ایک الگ صورت اور ہر صورت کی ایک علیحدہ معنے اور ہر معنوں کا ایک نرالا بیان ہو گیا۔ یعنی وحدت سے کثرت کی طرف رخ کیا۔ اور ظہور کے جنگل میں ہر طرف سے موسےٰ علیہ السلام کی طرح رب ارنی (اے پروردگار مجھے دکھا) کی آوازیں آنے لگیں۔ اچانک مقصود کا گیند معرفت کے میدان میں پھینکا گیا۔ اور ہر ایک اپنے مقام سے ہلا۔ اور اوراک کے گھوڑے کو میدان میں داخل کیا اور فکر کے بلّے سے بڑی کوشش کے ساتھ ایک طرف کو لیگیا لیکن مقصود کی کمالیت کے حلقے میں سے کسی نے نہ گذارا۔ مگر اس شہسوار اور اسکے پیروؤں نے جو کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے پہچانا اپنے نفس کو اس نے پہچانا اپنے رب کو) کی گیند کی کھیل سے واقف تھا۔ اور حال کے حلقے سے واقف تھا۔ ایک ہی جولان میں درمیان سے گیند لے گیا۔ اور ایک لحظہ میں حلقہ میں سے پار کر دیا۔ ما زاغ البصر وما طغےٰ (نہیں آنکھ چوکی اور نہیں نافرمانی کی) اور ایک خاص مقام پر پہنچا دیا۔ یعنی **قاب قوسین او ادنےٰ** تک اور کسی وقت اپنی جگہ پر قایم رہا۔ لی مع اللہ وقت (پروردگار کیساتھ میرا ایک وقت ہے) اور اے میری جان

وہ دائرہ جمع الجمع میں مقیم ہو گیا۔ یعنی کل شیئ ھالک الا وجہہ (ہر شے ہلاک ہونیوالی ہے مگر اس کا چہرہ)۔

افسوس افسوس۔ اے میری جان جو ذات میں گم ہوا وہ صفات میں ظاہر ہوا۔ اور جب صفات میں ظاہر ہوا۔ پس عالم ظہور میں ہر موجود میں ظاہر ہوا۔ اس واسطے کہ جب وہ درمیان سے جاتا رہا تو وہ درمیان آگیا پس جو کچھ ہے وہی ہے۔ اور حضرت رسالت پناہ محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت بھی اس مقام پر ہے۔ اور اس خاص مقام پر کوئی نہیں پہنچا۔ مگر وہ (محمدؐ) اس واسطے کہ وہ اہل ہے یا اس کے بعض پیرو۔ لیکن ہزاروں میں ایک ہی ہوگا جس نے حضرت کے خیمہ کی رسی کو بھی دیکھا ہو۔ بعض لا الہ کی وادی میں دوڑتے رہے اور بعض الا اللہ کے دائرے میں پہنچ گئے۔ لیکن بعض وہ ہیں جو محمد الرسول اللہ کی حقیقت کو پہنچے ہیں۔ اور بعض رسول اللہ کی حقیقت کو نہیں پہنچے۔ مگر محمد رسول اللہ کہ من رأنی فقد رأے الحق (جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اُس نے خدا کو دیکھا) اس مقام پر مسلم ہے۔ اے میری جان عوام کو اسم با جسم ہے اور خواص کو اسم بے جسم ہے۔ اس واسطے کہ وہ حقیقی جسم میں محو ہیں۔ اس لئے سوائے نام کے اور کچھ نہیں۔ ان کا وجود خدا میں غائب ہو گیا ہے۔ پس سوائے خدا کے اور کچھ نہیں رہا۔ اور دوسرے لوگ اپنی خودی میں بیٹھے رہے۔ اس لئے وہ فراق ابدی میں مبتلا رہے ہے۔ اور خاص لوگوں کا وجود وحدت کے دھاگے میں ان بندھی گولی کی طرح الگ تھلگ لٹک رہا ہے۔ اس واسطے مشرق سے مغرب تک جو چیز ہے وہ انکے قدم کے نیچے ہے۔ اور جب صاف دل لطافت قبول کرتا ہے۔ اور قالب بھی قلب کی طرح (لطیف) ہو جاتا ہے۔ اور نور نور میں مل جاتا ہے تو لطیف لطیف میں ملجاتا ہے۔ یعنی اندر اور باہر ایک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کوئی کدورت درمیان میں نہیں رہتی پس اس حالت میں اگر ان پر تلوار چلائی جائے۔ تو وہ ان کے جسم میں اس طرح پھر جاتی ہے جیسے پانی میں۔ اور ظاہر اور باطن ایک ہو جاتا ہے اور مجمع البحرین (سمندروں کا ملنا) اس مقام پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں۔ بلکہ سات نیچے کے طبق (زمین) اور سات ہی اوپر کے طبق (آسمان) ایک ہی طرح ہو جاتے ہیں۔

اور اس سبب سے ان کی نظر میں کوئی پردہ نہیں رہتا - یعنی وھو لطیف الخبیر (اور وہ لطیف اور خبیر ہے) اے میری جان بات بہت مشکل ہے - کیونکہ جب تک فانی مطلق نہ ہو جائے - حقیقی مسلمان نہیں ہو گا - یہی سبب ہے - کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں :-

صوفی و خرقہ پوشے شیخ و چلہ دار ایں جملہ شدی و لے مسلماں نشدی

تو صوفی - خرقہ پوش - شیخ اور چلہ دار سب کچھ بن گیا - لیکن تو مسلمان نہ ہوا +

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں :-

عالم و کامل شدۂ اے حسام جہد بر آں کن کہ مسلمان روی

اے حسام تو عالم اور کامل ہو گیا ہے - اب تو اس بات کی کوشش کر کہ تو مسلمان ہو کر (اس دنیا سے) جائے +

عشق ہاہوت میں - معشوق یاہوت میں - عاشق لاہوت میں - عارف جبروت میں - واصف ملکوت میں اور واقف ناسوت میں یہاں تک تو نزول تھا - پھر جب واقفیت حاصل کر لی تو صفت کی طرف کوشش کی - اور صفت سے عرفان حاصل کیا - اور عرفان سے معارف میں مشغول ہوا - اور معارف کے مشاہدہ میں عاشق نے اپنے تئیں ہار دیا - جب اپنے آپ کو ہار دیا معشوق کو پا لیا - پھر اچانک غیرت کی سپاہ نے وحدت کی گھات سے نکل کر حملہ کیا - تو سب کو تہ تیغ کر کے شاہ عشق کے سوا کسی کو نہ چھوڑا - یعنی چونکہ وہی ذات تھی پھر وہی ذات ہو گئی - وہ نزول تھا اور یہ عروج پس کُنتُ کَنزاً مخفیاً (میں پوشیدہ خزانہ تھا) سے مراد ہاہوت ہے اور یاہوت سے مطلب فَاَحبَبتُ (پس میں نے چاہا) ہے اور اَن اُعرَفَ لاہوت سے مراد ہے - اور فَخَلَقتُ الخَلقَ (پس میں نے خلقت کو پیدا کیا) سے مراد جبروت ملکوت اور ناسوت ہے اور یہ تمام مقام شاہ عشق کی نشستگاہ ہیں - کہ ہر ایک مقام میں ایک خاص ظہور اور ہر مرتبے پر ایک خاص نام اور ایک اور ہی ذوق پیدا ہوتا ہے - لیکن ناسوت جمع کا مقام ہے - یعنی ان تمام کا مجموعہ اس میں پایا جاتا ہے - اس واسطے کہ جو تیر قہار کی کمان سے نکلتا ہے - سیدھا ناسوت کے نشانہ پر پہنچتا ہے - یعنی جو کچھ وحدت کی دکان میں تھا - ایک ایک کر کے کثرت کے میدان میں پھیلا دیا - وہ وجود جو

بے شہود یا شہود ہے۔ وہ عالم ظہور میں عین موجود ہے۔ اے میری جان خواہ تو سمجھے یا نہ سمجھے۔ جو دم ہے وہ ہمیشہ ھو کے ذکر میں ہوتا ہے۔ یعنی اندر جاتی مرتبہ بھی ھو ہوتا ہے اور باہر نکلتی دفعہ بھی ھو نکلتا ہے۔ اور یہ سب آدمیوں پر محض اللہ تعالےٰ کی عنایت ہے۔ افسوس ہماری حالت پر کہ ہم اس عنایت کی قدر نہیں کرتے اور اس کا شکر بہ ادا نہیں کرتے۔ پس سمجھنا چاہیئے۔ کہ جو دم اندر جاتا ہے اور جو دم باہر نکلتا ہے وہ کن حرفوں سے بنتا ہے اور اس میں سے کیا آواز آتی ہے۔ وہ ھُو ھُو ہے۔ پس جس نے اس کو سمجھ لیا۔ وہ ان معنوں میں عقل کے نور کا رفیق بن گیا۔ اور سوچ بچار کو اس گہرائی میں ڈبو یا اور وہم کو اس ناپید اکنار سمندر میں ڈال دیا۔ اور خطرات کو اپنا ہمراہی بنایا۔ یہاں تک کہ اپنے آپ کو درمیان سے نکال دیا۔ اور جب اپنے آپ کو بالکل بیچ میں سے نکال دیا تو بے شک مطلب حاصل کر لیا *

تو مباش اصلا کمال این ست و بس ۔۔۔ تو در وگم شو وصال این است و بس
تو بالکل نہ ہو بس یہی کمال ہے ۔۔۔ تو اس میں گم ہو جا بس اسی کا نام وصال ہے

ہاں جو نمک کی کان میں جاتا ہے وہ نمک ہو جاتا ہے۔ اے میری جان طالب کا وجود نمک کے پتھر کی طرح ہے۔ اور مقصود پانی کی طرح پس تو نمک کے پتھر کی طرح مقصود کے پانی میں ہمیشہ غرق رہ اور اس میں شک نہیں کہ تو بھی بتدریج غائب ہو جائے گا *

نظر بتو افتاد وجودم ہمہ چاک شد ۔۔۔ ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد
جب میری نگاہ تجھ پر پڑی میرا وجود سارا پھٹ گیا۔ اور جو چیز کہ نمک کی کان میں گئی نمک ہو گئی

اس مہم کا سر انجام کرنیوالا یہی شغل ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے۔ وہ کَوْن (کون) ہے حق یاتیلک الیقین (یہاں تک کہ تجھے یقین آجائے) اور یہ عبادت دل کی سمجھ کے متعلق ہے۔ کہیں یہ خیال نہ کرنا کہ اس کام کا تعلق پانی اور مٹی سے ہے *

ہر آنکو غافل از وے یکزمان است ۔۔۔ در آں دم کافر است اما نہان است
جو شخص اس سے ایک دم بھی غافل ہے ۔۔۔ وہ اس دم میں کافر ہے لیکن پوشیدہ ہے

لاصلوٰۃ الا بحضور القلب (نماز نہیں ہوتی مگر دل کی حضوری سے) اور یہ مجاہدہ۔ ریاضت۔ نماز۔ روزہ۔ ذکر۔ فکر۔ مراقبہ۔ محاسبہ۔ علم۔ معرفت۔ کفر اور اسلام

میں سے کسی سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور ان تمام سے باہر ہے۔ یہ عنایت خاص اور عطائے محض ہے۔ جس کو خدا دے واللہ یختص برحمتہ من یشاءُ (اور اللہ تعالیٰ مخصوص کرتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے) +

تو مباد اصلا کمال این است وبس — تو درو گم شو وصال این است وبس

بس اس کا نام کمال ہے تو ہرگز نہ ہو — اور وصال فقط اس کا نام ہے کہ تو اسمیں گم ہو

افسوس افسوس اس وقت سے لیکر جب سے پھرنیوالا آسمان پھر رہا ہے اس وقت تک جب تک یہ گردش میں ہے اس آسمان نے سب کو گردش میں رکھا ہے۔ یعنی کبھی نیچے لے جاتا ہے اور کبھی اوپر لے آتا ہے۔ چنانچہ خواجہ شمس الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز ان معنوں کی خبر دیتے ہیں +

رباعی

گر بپرسندم ز حالِ زندگی — نہ صد و ہفتاد قالب دیدہ ام

اگر مجھے زندگی کے حال کی نسبت پوچھیں — تو میں نے نو سو ستر قالب دیکھے ہیں

گر بگویم شرح حال خویش را — ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

اگر میں اپنی حالت کی شرح بیان کروں — تو میں سبزے کی طرح کئی دفعہ اُگا ہوں

سب آدمی اس بات کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اس پیچ در پیچ بھنور سے اپنے آپ کو نکالیں۔ لیکن وہ کیا کریں خدا کی مرضی ہی ایسی ہے۔ اے میری جان جس نے اس پیچ در پیچ بھیڑ دل سے رخ پھیر لیا۔ اس نے آمد و رفت سے خلاصی اور نجات حاصل کر لی۔ لیکن خدا کی عنایت جس شخص کی رہبر بنی اس نے اپنے آپ کو اس سے نکالکر اس (خدا) تک پہنچایا۔ اور دوئی کا لباس جو کہ جدائی کا لباس ہے پھاڑ ڈالا۔ اور جس کو اس (خدا) نے اسی (آمد و رفت) میں چھوڑ دیا۔ اسے ہمیشہ کے فراق میں ڈال دیا۔ اور یہ ایک بات ہے جو عبارت میں ٹھیک طور پر نہیں لکھی جا سکتی۔ رمز کے طور پر عرض کی گئی ہے +

افسوس افسوس اس دم سے جب عدم سے دم میں لایا (نیست سے ہست کیا) اور ہمدم کے غم میں دمبدم پُر غم سانس لیتا ہے۔ اور اس معشوق کی جان

کی قسم جو کہ جان سے بے غم کر دیتا ہے۔ معشوق کے شوق سے دل میں درد بلکہ درد میں دل عین درد ہے۔ اور اس تمام درد کی دوا بھی درد ہی ہے۔ اور جو ہمدرد ہے وہ ہزاروں میں سے ایک مرد ہے جو سب سے بڑھ کر ہے۔ اور اس کا سینہ آگ (عشق کی آگ) سے بھرا ہوا ہے۔ اور اس کی آہ سرد اور آنکھیں خون سے بھری ہوئیں۔ اور اس کا چہرہ زرد ہے۔ اور جو اس درد سے خالی ہے وہ مردانِ خدا کے نزدیک مرد نہیں اور وہ آدمی مرد ہے جو اس کے درد کا دردمند ہے۔ افسوس میری حالت پر جو اس (درد) سے دور ہی رہا ہوں۔ کہ ایک ذرہ (درد کا) ہمارے نصیب نہ کیا ۔

زردی بروئے من کہ تو بینی مداں زعشق   اندر رہش کہ سربسرم خجالت است

میرے چہرے پر جو زردی تو دیکھتا ہے یہ خیال نہ کرنا کہ یہ عشق کے سبب ہے۔ بلکہ اس (خدا) کی راہ میں یہ سربسر شرمندگی کی وجہ سے ہے ۔

اے میری جان عشق کے کوچہ میں مصیبت ہے۔ اور جو عاشق اس عشق کے کوچے میں آتا ہے۔ اس کی غذا مصیبت ہوتی ہے۔ ہاں جب مصیبت اس نے غذا بنالی تو اس نے بقا میں آرام حاصل کر لیا۔ ہرچند کہ عشق بیکار ہے۔ پھر بھی کام میں مشغول ہے۔ کیونکہ جتنا اس کا ظاہر دوری کے درد سے مجبور ہے اتنا ہی اس کا باطن یار سے آباد ہے۔ زاہد نے ہرچند کوشش کی۔ لیکن منزل مقصود پر نہ پہنچا لیکن عاشق منزل کی راہ ہی سے بیزار ہے۔ اس واسطے کہ اس کی جان معشوق کی زلف کی کمند میں پھنسی ہوئی ہے۔ گدھ خواہ کتنی ہی اونچی اوڑے پھر بھی اس کی نظر مُردار پر ہے۔ اور جس قدر بلندی پر پہنچتی ہے۔ اس کی ہمت پستی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور باز خواہ کیسا ہی پست پرواز ہے لیکن اس کی ہمت بلند پرواز ہے۔ خواہ اس کی جان بھوک سے نکل جائے۔ لیکن مردار سے پنجہ کبھی آلودہ نہ کرے گا۔ خواہ اس کی زبان بیان کرنے سے لرزتی ہے۔ لیکن اس کا دل زندہ ہوتا ہے۔ اور ایک ہی جھپٹے سے اپنی مراد حاصل کر لیتا ہے۔ وہ کووں کی طرح دن رات نہیں اُڑتا پھرتا۔ اے میری جان جو ذات (الٰہی) کے نظارے میں پڑ گیا اس کا دل صفات کی سیر سے اٹھ گیا۔ اور اس نے جان کی کھیتی میں بے سببی کا دانہ بویا اور عالمِ اسباب (دنیا سے بالکل دل ہٹا لیا) اور شاہ عشق نے ان پیچ در پیچ مشکلات کو ایک ہی نظر میں لپیٹ لیا۔ اور معنوں کے آفتاب کو

صورت کے بادل تلے سے نکالا +

افسوس افسوس۔ رات جو کہ دن کی عاشق ہے۔ معشوق کے چہرے کو دیکھنے کی خاطر اپنی صبح کو اس پر فدا کرتی ہے۔ یعنی محبوب کے ظہور میں خود محو ہو جاتی ہے اور ہجر کی تاریکی اور وصال کی روشنی ناچیز ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ ناچیز ہی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کی جلن کا دھواں بالکل نہیں جاتا۔ کیونکہ یہ داغ دار ازلی ہے۔ اور دن اور رات سے مراد خوشی اور غم ہے۔ یعنی جب شاہ عشق بے نہایتی کے سمندر میں غوطہ لگاتا ہے اور اس بے انتہا گہرے سمندر میں غائب ہو جاتا ہے تو جہان کو تاریک کر دیتا ہے۔ اور بے نشان گہرائی میں اس قدر نیچے جاتا ہے کہ مقصود کا آفتاب اس کے ہاتھ آجاتا ہے۔ پھر غم کی گہرائی سے خوشی کے جہان کی سیر کے لیے سر نکالتا ہے اور اس کے چہرے کا آفتاب ظہور کی بلندی پر طلوع ہوتا ہے۔ اور جہان کو روشن کرتا ہے۔ بس رات جو ہے وہ اس کا غم ہے اور دن جو ہے وہ دوست کی خوشی ہے۔ یعنی کبھی چہرہ دکھاتا ہے اور کبھی زلف کو آراستہ کرتا ہے لیکن اس ابتر سے جہان کا دفتر زیادہ خراب ہے۔ اور اس لقا سے جو عین بقا ہے فنا کا حرف جہان کے دفتر سے پوشیدہ ہے +

افسوس افسوس اے میری جان جو عاشقوں کا سردار (محمدؐ) تھا اس کی نسبت بے نیاز محبوب (خدا) نیاز و بے نیازی سے کیا لطف فرماتا ہے۔ یعنی اے محمدؐ تو مجھ سے قرار ڈھونڈتا ہے اور مجھے تجھ سے بے قراری مطلوب ہے یہ تمام باتیں اس واسطے تھیں کہ کبھی تو وحدت کے دریا اور وصل کی گہرائی یعنی کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (سب چیز فنا ہونیوالی ہے اور باقی رہیگا چہرہ میرے پروردگار کا جو صاحب بزرگی اور عظمت ہے) میں مستغرق ہوتا اور کبھی اس کی روح کا بلبل لی مع اللہ وقت (اللہ تعالیٰ کیساتھ میرے لئے ایک وقت ہے) کا گیت گاتا۔ اور کبھی غیرت کی لہر اُسے فراق کے ساحل پر پہنچا دیتی یعنی قل انما انا بشر مثلکم (کہ اے محمدؐ میں بھی تم میں سے ایک انسان ہوں) اس وقت یالیت رب محمد لم یخلق محمداً (کاش کہ محمدؐ کا پروردگار محمدؐ کو نہ پیدا کرتا) رو کر پکارتا۔ اور کبھی اس کی نعلین مبارک کی خاک سے عرش کو قرار دیتا۔ اور کبھی اس کے دل کے نشانے پر

الم یجدک یتیما فاوٰے (پس کیا نہ پایا یتیم تجھ کو اور پناہ دی تجھ کو) کا تیر مارتا۔ اور کبھی بے نیاز کے عشق میں ما زاغ البصر وما طغٰے (نہ اس نے آنکھ جھپکی اور نہ نافرمانی کی) کی بے نیازی کا سرمہ آنکھوں میں لگاتا۔ اور کبھی قاب قوسین او ادنٰی کی تخت پر بیٹھتا اور کبھی بیوہ کے گھروں میں پھرتا یہ تمام محبت اور درد کو زیادہ کرنے کی خاطر تھا۔ اس واسطے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز فرماتے مَنْ اَسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَہُوَ مَغْمُوْمٌ (جس نے دو دن بھی اس پر فخر کیا پس وہ غمگین ہے) اے پروردگار جس روز محمد علیہ السلام سے تجھ کو ایک خاص محبت اور تیرا ایک خاص درد نہ ہو اس دن آفتاب کے نکلنے میں برکت نہ ہو۔ ہاں جس قدر فراق زیادہ ہوتا ہے اس قدر **عشق** بے شمار ہوتا ہے اور جس قدر **عشق** بے شمار ہوتا ہے اتنا ہی **عاشق** بے قرار ہوتا ہے۔ اور جس قدر **عاشق** بے قرار ہوتا ہے اُسی قدر معشوق بغل میں ہوتا ہے۔ اور جس قدر معشوق بغل میں ہوتا ہے۔ اُسی قدر **عاشق** کا دل زخمی ہوتا ہے۔ اور جس قدر دل زخمی ہوتا ہے اُسی قدر **عشق** پیدا ہوتا ہے۔ اسی مطلب کا ایک مصرعہ ہے۔ ع

نہ حسنت غائتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

نہ تیرے ہی حسن کی کوئی حد ہے اور نہ ہی سعدی کی بات کا انتہا

پس **عاشق** کا قرار بے قراری میں ہے۔ اور بے قراری ممکن نہیں مگر فراق میں اور فراق ممکن نہیں مگر جدائی میں۔ اور جدائی ممکن نہیں۔ مگر خودی میں اور خودی ممکن نہیں مگر جدائی میں یعنی خودی کی حقیقت خود خدا ہے۔ پس ہر حال میں وہ خود ہی اپنے چہرے کا حجاب ہے۔ لیکن محبت کا گیت میرے تیرے ساز میں گاتا ہے۔ جس وقت یہ ساز نہ تھا کچھ بھی نہ تھا +

حجاب روئے تو ہم روئے تست در ہمہ حال ۔۔۔ نہانی از ہمہ عالم زبس کہ پیدائی

ہر حال میں تیرے چہرے کا حجاب خود تیرا چہرہ ہے۔ تو تمام جہان سے پوشیدہ ہے باوجودیکہ تو ظاہر ہے۔

افسوس افسوس۔ وہ وصل بہت ہی عجیب ہے جو عین ہجر ہے اور زیادہ عجیب وہ ہجر ہے جو عین وصل ہے۔ اے میری جان اس کی واحد جان

اس صفت سے ظہور میں آئی۔ اور یہ عاشق و معشوق کی آراستگی ہرگز نہیں دور ہوتی۔ اگر دور ہو جاتی ہے تو پھر اپنے قرار پر آ جاتی ہے۔ اس واسطے کہ جب عاشق اور معشوق کی صفت درمیان سے اُٹھ جاتی ہے تو بیچ میں کوئی شے حائل نہیں رہتی پس جس مقام پر کوئی بھی نہیں اور جو کچھ تھا وہ بھی نہ رہا۔ عشق ایک درخت ہے جس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک عاشق اور دوسری معشوق اور عبودیت اور ربوبیت اس کے دو غنچے ہیں۔ اور ان دونوں صفتوں کا نتیجہ ہے۔ پس دوئی کو دوئی نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ وہ ایک ہوا ہے۔ اس واسطے کہ جب شاہ عشق نے عاشقی اور معشوقی کی تلوار سے اپنے آپ کو دو ٹکڑے کیا۔ اور ان کے درمیان نمک چھڑکا۔ اور ہجر کی بازی بھی اپنے پاس ہار دی۔ تاکہ اپنا مزہ آپ ہی حاصل کرے اور اپنے شوق کو خود حاصل کرے۔ یعنی شاہ عشق جس سے مراد حسن ہے عاشق کی آنکھوں سے معشوق کے آئینے میں جس قدر اپنے تئیں دیکھتا ہے۔ اپنے آپ کو عمدہ پاتا ہے اور جس قدر عمدہ پاتا ہے خراب ہوتا ہے۔ اور جس قدر خراب ہوتا ہے اچھا ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کا حال ازل سے لیکر ابد تک ایسا ہی ہے ❖

فرد

الحق کہ دریں دیدہ چہ نادیدہ گذ ایم | وقتے نشد از دیدن تو دیدۂ ما سیر

سچ تو یہ ہے کہ اس دیدار میں ہم کیسی نادیدگیاں | تیرے دیدار سے ہماری آنکھ کبھی بھی سیر ہوئی

اے میری جان جب اپنی خودی کو اپنے میں چاہا تو اچانک ان اعرف کا موتی کنت کنزاً مخفیاً کے خزانہ سے باہر نکالا۔ تو محمدی حقیقت جو کہ پہلی تجلی تھی نقطہ کی طرح دائرہ ھویت میں ظاہر ہوئی۔ اور اس آئینے میں اپنے بے نہایت حسن کو جلوہ دیا۔ اور محبت کی نظر سے دیکھا۔ اس میں دیکھا تو اپنے چہرے کا عاشق حیران ہو گیا۔ اچانک وجود کی لڑی درمیان آئی دوئی کو جدا کیا۔ پس جان کو معشوق اور معشوق کو جان حاصل ہوئی۔ اور جان معشوق کی بغل میں ایک اور جان رکھتی تھی۔ اور ہر دم وصل کے گلشن میں زبان حال سے مقصود کے پھول کے ساتھ مشغول تھی۔ کہ اچانک قضا کے شکاری نے رضا کی جال میں پھنسالی۔ اور اس

بدمہر اور غیور آسمان نے ہجر کی بازی کھیلی اور اس کج رفتار آسمان نے جو یار کو یار کے ہمراہ دیکھ نہیں سکتا۔ یکایک وصل کے بستر سے فراق کی خاکستر پر پھینک دیا۔ اس وقت سے جان کا مرغ اس فانی بھٹی (دنیا) میں جانی یار کے اشتیاق میں جاں سوز آواز نکالتا ہے۔ اور ہر دم لاہوتی آستانہ کی یاد اور جبروتی صحرا میں اُڑنے کی خواہش اور ملکوتی گلزار کے شوق میں ناسوتی قالب کے پنجرے کے اندر رو رہا ہے۔ بلکہ اسے کسی سے بھی چین حاصل نہیں ہوتا۔ مگر کیا کرے۔ کیونکہ ازلی شکاری نے غفلت کے جال اور مراد کے دانہ کے سبب اسے مراد سے باز رکھا ہے۔ اور حرص کا شکم آرزو ؤں سے توڑ ڈالا ہے اور سفلی طبیعتوں کی قید میں اسے قیدی بنا دیا ہے۔ اور اس فراق اور جدائی کے سبب اس کا قد درہم برہم ہونا چاہتا تھا۔ کہ اچانک اس سرو دلجو کا قد الف کی طرح جان کے درمیان اُٹھا۔ اور عاجز بدن کو میت کی قیمت اسی سبب سے ہے۔ اب (زندگی میں) اس جان بخشنے والے پودے کو آنکھوں کے پانی سے پالنا چاہئے۔ ممکن ہے کہ امید کا کوئی سبب پیدا ہو جائے۔ اور اس عاشق کو وصل کا میوہ چکھائے۔ اور اس میوے کے چکھنے سے غرور اور خودی درمیان سے اُٹھ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ دونوں سے ھو ھو کی آواز نکلتی ہے +

دلم بکعبۂ وصلت عظیم مشتاق است — چناں کہ قالب بیجاں بود بجاں مشتاق

میرا دل تیرے وصل کے کعبے کا بہت مشتاق ہے۔ جیسا کہ بیجان ڈھانچ جان کا مشتاق ہوتا ہے

اگرچہ ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ لیکن باطنی نظر میں موجود ہے۔

امید ہے کہ جو چیز غائب ہے حاضر ہو جائیگی۔ اور باطن سے ظاہر میں آجائیگی تاکہ صورت اور معنی کی خوبصورتی یکساں تصور میں آئے۔ اس واسطے کہ جس طرح باطن حضوری نور سے بھرپور ہے۔ اسی طرح ظاہری نظر بھی حاضر و ناظر سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر ناظر کی نظر میں حاضر کے ظہور کی رغبت نہ رکھتا تو باطن کو ظاہر سے آراستہ نہ کرتا +

کہ جہاں صورت است معنے دوست — در بمعنے نظر کنی ہمہ اوست

کہ جہان صورت کی طرح ہے اور اس کے معنے دوست ہیں۔ اور اگر تو معنوں کی طرف خیال کرے تو سب کچھ وہی ہے +

ہاں جس طرح معنے کی خوبصورتی صورت کے آئینے بغیر نہیں دیکھی جا سکتی۔ اسی طرح

صورت کا قایم رکھنا بغیر معنوں کی خوبصورتی کے محال ہے۔پس صورت کا وجود معنی کے ظہور کی خاطر ہے۔مگر مختلف شکلوں کی صورت کے فرق باعث معنے کی جمعیت تک پہنچنا محال ہے۔لیکن لااُبالی (بے پرواہ) عاشق جو کہ لایزالی (نہ زایل ہونیوالے) جمال کا مشتاق ہے۔وہ صورت میں بھی اُن معنوں کے خیال سے خالی نہیں +

از بسکہ دو دیدہ در خیالت دارم　　بر ہر کہ نگاہ کنم تراپندارم

چونکہ تیرے خیال میں میری دونوں آنکھیں کثرت سے لگی رہتی ہیں اس لئے جس کو میں دیکھتا ہوں یہی خیال کرتا ہوں تو ہی ہے +

افسوس جو ہست تھا وہ نیست ہوگیا اگرچہ وہ (درحقیقت) نہ تھا مگر دکھلائی دیتا تھا۔لیکن اس نمایش میں وہ بھی جاتا رہا۔جو مقصود ہے وہ موجود ہے اس کے سوا جو وجود ہے وہ معدوم ہے۔تمام شہود اس کے حضور میں اس نور کے سوا جو عین نور میں معذور ہے۔تمام شعور سے سب شعور میں حاضر ہے۔جس میں فتور نہیں آتا اور چونکہ غائب ہے اس کے حضور میں عجائبات کا ظہور ہے۔ایسا مشتاق ہے جو فراق میں محو ہے۔اس واسطے کہ اس چہرے کی ابرو کے طاق کے سوا اور کوئی محراب نہیں۔شکر ہے خدا کا کہ اور نہیں۔اِنِّی بَرِیٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ (تحقیق میں بری ہوں اس سے جو تم شریک بناتے ہو +

افسوس افسوس۔اے میری جان میں تجھ سے تجھے ہی چاہتا ہوں تو مجھے کیا چاہتا ہے۔ہر ایسی عطا جو تیرے بغیر ہے عین عذاب ہے۔اور ہر عذاب جو تیرے ساتھ ہے عین ثواب ہے۔جس نے تیرے رد اور قبول پر نظر کی وہ درصل عاشق نہیں بلکہ اس کا خیال کچھ اور ہی ہے +

افسوس افسوس جو شخص اس کی لعل لبوں کا مشتاق ہے۔وہ ہر دم آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتا ہے۔اور جو تیری معطر زلف سے جان لٹکائے ہوئے ہے وہ دین سے باہر نکلکر زنار (جنیوا) پہنتا ہے۔اور جو تیرے مستوں کی مستی رکھتا ہے اگرچہ وہ بیمار ہے۔لیکن پھر بھی وہ تندرست ہے۔جو تیرے تل کے ہندو کی طرف دیکھنے والا ہے وہ عین مسلمانی میں کافر ہے +

ہر کہ محراب ابروئے تو دید　　دلش از مسجد و محراب رمید

جس نے تیرے ابرو کے محراب کو دیکھا　　اس کا دل مسجد اور محراب سے بھاگ گیا
اور جس پر تو نے غمزہ کی زبان کھولی خدا کی قسم اس کو کل کا وعدہ نہ دیا +

ہر لحظہ کہ در شوقِ جمالِ تو شدم غرق　　جز روئے تو ام پیش نظر جلوہ دگر نیست
ہر لحظہ جبکہ تیرے جمال کے شوق میں میں غرق ہوتا ہوں ۔ میرے سامنے تیرے چہرے کے سوا کوئی شے جلوہ گر نہیں ہوتی +

لَا اِلٰہَ یعنی موتوا قبل انتموتوا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) اِلَّا اللّٰہُ یعنی لیس فی الوجود الا ھو (کوئی موجود نہیں مگر وہ) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی ھو الظاھر ھو الباطن (وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے) اس سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ جب تک ان صفات سے موصوف نہ ہو جائے۔ کلمہ کے معنوں سے واقفیت نہیں حاصل کر سکتا - اور مسلمانی کا بھید ظاہر نہیں ہو سکتا - اور کلمہ میں تین حال ہیں - شروع - وسط - اخیر - جب تک اخیر کو نہیں پہنچتا اس کو کامل نہیں کہہ سکتے - شروع والاپست اور وسط والامست اور آخیر والاہست ہے - اسکے بعد اس کو کبھی گشت نہیں ہوتی - جس نے غیر حرف کو اپنے دل کی تختی سے بالکل دھو ڈالا اس کو یہ مرتبہ حاصل ہوا - لیکن اس نے اپنا خیال اس حال پر نہ لگایا اس نے آمد و رفت سے ہرگز خلاصی نہ پائی - اے خداوند تعالےٰ اپنے کرم عمیم اور احسانِ قدیم سے سب کو محض اپنی عنایت سے توحید کے حرف کی طرف ہدایت فرما - اے ہادی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صداقت کے صدقے جو کہ پوشیدہ خزانے کی کنجی ہے - اور جو علم ہے اسی سے ہے اور جو بھید ہے اسی میں ہے - اور تمام حقیقت کے چلنے والوں کا مقصود یہی ہے لیکن اول کہتا ہے اور اس کے بعد جانتا ہے اور آخر ہوتا ہے اس کی حقیقت سے کلمہ کے بھید معلوم ہوتے ہیں - اور مسلمانی کے حقائق گلزار کے پھول جیسے رخساروں والے کی بو جان کے دماغ میں جاتی ہے - اے میری جان پس اول اقرار کرنا ہے اور اقرار میں غیر کی نفی ہوتی ہے - یعنی سب سے قطع تعلق کر کے خدا سے تعلق پیدا کرنا ہوتا ہے - یہ تو کہنا ہے - لیکن جاننا یہ ہے - کہ خیال کرے کہ تمام جہان کا وجود حرف لا کی طرح ہے - یعنی ظاہر میں ہے اور حقیقت میں

میں نہیں ہے۔ اور حرف لا کا قیام الفِ ذاتی کے سبب ہے۔ جب لا میں الف آیا تو اِلّا ہوا۔ بغیر ذاتی الف کے لا کا قیام نہیں۔ ظہور میں الا ہے۔ پس لا اور اِلّا سے مقصود بھی الف ہے چنانچہ ایک بزرگ فرماتا ہے +

دریں میدان دلم بسیار شتافت میان لا و الا یک الف یافت

اس میدان میں میرے دل نے بہت دوڑ دھوپ کی۔ مگر لا و الا کے درمیان ایک الف ہی پایا۔

جب طالب کے دل کی نظر ذات پر آتی ہے تو ما رایت شیئًا الا ورایت اللہ فیہ (نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز مگر اس میں دیکھا میں نے خدا کو) کا بھید ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ کہتا تھا اور یہ جانتا۔ جب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے کہنے اور جاننے کو تو نے سمجھ لیا۔ تو اب مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ میں غور کر جو محض معرفت ہے۔ اس واسطے کہ محمد رسول اللہ کی حقیقت معلوم کرنے کے بعد معرفت ختم ہو جاتی ہے۔ پس محمد رسول اللہ سے مراد اُس ذات کی ہے پس اُس ذات کا ظہور جو ہمہ صفت موصوف ہے۔ اور محمدؐ کا عالم ظہور ہے اور جو کچھ وجود مطلق میں موجود تھا۔ اسے محمدؐ کے شہود میں ظاہر کیا۔ اور جو کچھ محمدؐ کے شہود میں ظاہر کیا وہ یکایک عالم ظہور کے بازار میں لا ڈالا۔ پس آنحضرتؐ کی ذات بمنزلہ کُل کے ہے اور باقی جو کچھ ہے وہ اس کے اجزا سے خارج نہیں۔ پس جو حرکات اجزا میں ہوتی ہیں وہ کُل کی جنبش میں ہوتی ہیں۔ اور جب اجزا تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں تو کل کا آرام میں ہونا بھی ممکن نہیں پس کیوں امتی امتی (میری امت میری امت) نہ کہے۔ اور کس طرح رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (اہل جہان کے لئے رحمت) نہ ہو۔ کیونکہ وہ اصل ہے اور باقی جو کچھ ہے وہ اس کی شاخیں ہیں۔ پس آنحضرتؐ کی ذات وحدت باکثرت ہے۔ اسی واسطے شفاعت کا مقام حضرتؐ پر ختم ہے۔ اور مطلق ذات کو کوئی نہیں پہنچا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس صفات میں محمدؐ بن جانا چاہیئے تاکہ خدا تک پہنچ جائے اور محمدؐ ہونا محال ہے۔ جب تک کہ قول فعل اور حال میں آنحضرتؐ کی پیروی نہ کی جائے پس محمدؐ کا قول قرآن ہے اور محمدؐ کا فعل نماز ہے اور محمدؐ کا حال تخلقوا باخلاق اللہ (اللہ کے سے اخلاق پیدا کرو) دوسرا یہ کہ محمدؐ کا قول دنیا کا ترک کرنا ہے۔ اور محمدؐ کا فعل آخرت کا ترک کرنا ہے اور محمدؐ کا حال جان کا ترک کرنا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی

نہ آنکھ جھپکی اور نہ نافرمانی کی) یہ تھا کلمہ کے کہنے۔ جاننے اور ہونیکا بھید اور کلمہ بھی اسے ہی کہتے ہیں۔ جب تک ان صفات سے کلمہ نہ کہا جائے اور ان صفات سے نہ جانا جائے اور ان صفات سے نہ ہو۔ تب تک مسلمانی کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی شک اور شرک سے خلاصی پاتا ہے۔ اور نہ ہی آفتاب کی شعاع چمکتی ہے۔ اسی سبب سے یہ کہا جاتا ہے کہ کلمہ گو بہت ہیں لیکن مسلمان تھوڑے ہیں۔ اے دل تو اس عبارت سے سمجھ کہ کلمہ گو تو سب مسلمان ہیں۔ اور ایک دین اور ایک ہی ذات ہیں۔ مگر جس طرح ایک ذات میوے کی تین صفتیں چھلکا مغز اور بیج ہیں اس طرح بعض مسلمان بمنزلہ مغز کے اور بعض بمنزلہ بیج کے اور عام بمنزلہ چھلکے کے ہیں۔ عام چھلکے کی طرح ہیں۔ اور خاص مغز کی مانند اور خاص الخاص بیج کی مانند ہے۔ اے میری جان وحدت باکثرت ہے اور کثرت بے وحدت۔ وہ وحدت جو باکثرت ہے وہ بمنزلہ خاص الخاص کے ہے۔ اور وہ کثرت جو بے وحدت ہے بمنزلہ عام کے ہے۔ اور خاص الخاص جمالِ ہویت پر حال کی طرح ہیں۔ خاص لوگ کثرت کے صحرا میں بے مجال ہیں۔ یعنی معرفت کے میدان میں وہ جائے جولان (چلنے پھرنے کی جگہ) نہیں رکھتے۔ اور مَیں تُو کے عالم میں عقل سے دور کھیلتے ہیں۔ اور خاص الخاص محض آیاتی مقام میں ہیں۔ اور خاص حیرانی کے مقام میں اور عام نادانی کے مقام میں ہیں۔ معنوں کے رُو اُن تینوں مراتب کو تو ایک جاننا اور پھر فَضَّلْنَا بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ (ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی)۔ زبانِ حال سے پڑھنا ✦

افسوس افسوس اس وقت کا جبکہ وحدت کے میدان میں مکاری اور چالاکی سے کثرت کی گیند کھیلنی شروع کی۔ کبھی تو مہربانی کے بلّے سے محبوں کے سروں کو مقام حال پر پہنچاتا ہے۔ اور کبھی عزت کے گھوڑے پر بلا پکڑ کر مشتاق کی ہمتوں کو پائمال کرتا ہے۔ اور کبھی عاشقوں کے سینہ کے نشانہ پر فراق کا تیر مارتا ہے۔ اور کبھی محبت کے میٹھے پانی کے پیاسوں کی زندگی کے چشمہ سے قطرۂ حال سے نوازش کرتا ہے ✦

لعلِ کفِ پائے تو خنان است نگارا ۔۔۔ یا خون عاشقان است کہ پامال کردۂ

اے معشوق تیرے پاؤں کے تلووں کی سرخی مہندی کی وجہ سے ہے۔ یا اِن عاشقوں کا خون ہے جن کو تو نے پامال کیا ہے ؂

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (اور تم دونوں اس درخت کے نزدیک نہ جانا نہیں تو تم ظالموں سے ہو جاؤ گے) جب یہ آواز گیہوں کے درخت تک پہنچی تو اس کا زخمی سینہ فراق کے مارے پھٹ گیا یعنی سب چیز اپنے دوست کے لیئے پیدا کی۔ پس کس بدقسمتی کے سبب ہم سے پرہیز کی۔ یار کے شوق میں ناامیدی کے خیال سے اس قدر تڑپی کہ اس کی جان کا دھواں سلیم دل تک پہنچا اور وہی گیہوں کی کشش کی کمند تھی جس نے بے گناہ کو علم کی حد سے باہر نکالا۔ اور نافرمان بنا دیا۔ ع

کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

کہ عشق پاکدامنی کے پردہ سے زلیخا کو باہر لاتا ہے

بلکہ وہ عشق کا بیج تھا کہ جس کے پودے کا نام فقر رکھا گیا اور اس کی محبت نے آدم کو پاک دامنی کے دائرے سے باہر نکالا۔ اور اس حیران شدہ نے آدم کو اپنا چہرہ دکھلایا۔ جب آدمؑ نے اسکی خوبصورتی دیکھی تو یکتا سلطنت کی قیمت دیکر خرید لیا۔ اور پارسائی کے عشق کی دہلیز کو برباد کر کے رسوائی کے بازار کا رخ کیا۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ گیہوں کا دانہ کھانے کے لئے شیطان نے وسوسہ ڈالا۔ وہ شیطان نہیں تھا بلکہ عشق ہی تھا۔ اور محبت کا پردہ دار پردے میں ہے۔ اور عاشقی اور معشوقی بھی پردے ہی سے پیدا ہوئی۔ جس وقت یہ پردہ نہ تھا کچھ بھی نہ تھا۔ الغرض نزدیکی سے دوری کی طرف رُخ کیا اور جب فراق سے بے طاقت ہو گیا تو حکم آیا کہ تو نے ایسا بوجھ سر کیوں رکھا۔ کیا میں نے تجھے اس بات سے منع نہ کیا تھا۔ کہ محبت کے پھول کے گرد نہ جانا۔ کیونکہ اس کے غنچہ میں جدائی کا کانٹا پہلو کو چبھوئیگا۔ اور اس دانہ کی خواہش نہ کر کہ تو مصیبت کے جال میں پھنس جائیگا اب جس حالت میں تو نے محبت اختیار کر لی ہے۔ تو تجھے محبت کا بوجھ بھی اُٹھانا چاہئے۔ اچانک رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا (اے پروردگار ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا) کی آواز آئی۔ اس واسطے عرش۔ کرسی۔ لوح۔ قلم۔ آسمان اور پہاڑ بھی

اس (محبت کے بوجھ) کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اس نے (آدم) ظلومی اور جھولی سے سر پر اٹھا لیا۔ وہ دراصل گندم سے منع نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہ محبت کے بوجھ سے منع کیا گیا تھا۔ چونکہ وہ دراصل گیہوں کا دانہ نہ تھا بلکہ محبت کا دانہ تھا۔ اور اس میں بڑے بڑے راز مخفی تھے۔ اس واسطے کہ اگر مہتر آدم علیہ السلام اِس دانے کو نہ کھاتے تو خدائی اور بندگی ظاہر نہ ہوتی اور عاشقی اور معشوقی کی لذت کوئی نہ جانتا۔ اور فراق کی تکلیف اور وصال کے آرام کی قدر معلوم نہ ہوتی۔ اور غفاری خزانہ اور غفوری کا دریا بے فائدہ رہتا +

گناہِ من از عدم گر بنامے موجود　　وجود عفو تو در عالم عدم مے بود

اگر میرا گناہ عدم سے وجود میں نہ آتا　　تو تیری معافی کا وجود جہان میں نابود ہوتا

لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً (خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ تحقیق اللہ تعالے تمام گناہ بخش دے گا) خدا کا شکر ہے۔ کہ امید کا رشتہ ایسا مضبوط بنایا ہے کہ کسی طرح بھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ لا تقنطوا کی تاکید اس واسطے کی ہے کہ کوئی شخص سخی کے دروازے سے خالی نہ جائے۔ بلکہ جو شخص گناہوں کی معافی سے ناامیدی ظاہر کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہِ منہا۔ سبحان اللہ امید کا رشتہ کیا ہی مضبوط بنایا ہے۔ اور امید کا رشتہ اس واسطے مضبوط بنایا ہے۔ کہ اس (آدمی) کو بہت ہی کمزور پایا ہے۔ یعنی خلق الانسان ضعیفا (انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے) اَے میری جان ان ضعیفوں (انسانوں) کی جان اُمید کے دھاگے سے جو نہایت ہی مضبوط ہے بندھی اٹک رہی ہے۔ خواہ کتنی ہی کفر اور شرک اور گناہ کی ہوا اِسے ہلائے کچھ خوف نہیں۔ کیونکہ امید کی جڑ بہت مضبوط اور قایم ہے۔ اَے میری جان فرشتے باوجود اس قُدسیت (پاکیزگی) اور طاعت اور عبادت کے مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ (ہم نے ایسی عبادت تیری نہیں کی جیسا تیری عبادت کا حق تھا) پکارتے ہیں۔ یہ (انسان) باوجود اتنی آلودگی اور ضعیفی کے اس (خدا) کی پاک ذات کی عبادت اور خدمت کے کب لایق ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ امید کا دھاگا اس کے ہاتھ میں ہے۔ سوائے عاجزی اور بیوقوفی کے اور اس کے پاس کچھ نہیں۔ اور امید ہے کہ تو امیدوار کو

ناامید نہیں کرے گا۔ اگرچہ تمام ہی امیدوار ہیں۔ اور کون ہے جو اس کی اُمید نہیں رکھتا۔ لیکن گنہگار تو مطلق امیدوار ہیں۔ کیونکہ نیک لوگ نیکی کی ودیعت رکھتے ہیں۔ اور عابد عبادت اور صادق صدق اور حافظ خوف اور حاجی حج اور غازی غزا اور سخی سخاوت رکھتے ہیں۔ لیکن گنہگاروں کے پاس سوائے اُمید کے اور کچھ نہیں۔ اسی واسطے ان کے لئے رحمت کی خوشخبری کی ندا آئی۔ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً۔ قیامت کے روز جب خلقت کی جدا جدا صفیں کھڑی ہونگی تو صالح صلاحیت کی صف میں اور صادق صدق کی صف میں اور علیٰ ہذا القیاس اسی طرح پر طاعت اور قابلیت کے مطابق اپنی اپنی صف میں ہونگے۔ لیکن گنہگار مغفرت کی صف میں کھڑے کئے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

رحمتش را تشنہ دیدم بر کنار عرصۂ عصیاں گرفتم زیں سبب

میں نے اُس کی رحمت کو کنارے پر پیاسا دیکھا۔ اس واسطے میں نے گناہوں کا میدان اختیار کیا ؎

اُس روز گنہگاروں کی شفارش اور مدد کوئی نہیں کرے گا۔ اور یہ شرم سے سر جھکائے کھڑے رہیں گے۔ خداوند تعالےٰ کی مہربانی اِن کی شفاعت کرے گی اور اس کا فضل و کرم ان کی مدد کرے گا۔ اُمَّۃٌ مُذْنِبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (اُمت گنہگار ہے اور پروردگار بخشنے والا) کا حکم انہیں کے بارے میں ہے۔ اِس واسطے کسی کی منت کے بغیر اللہ تعالےٰ کی رحمت ان کو مقصود تک پہنچا دے گی۔ اے خداوند تعالےٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صداقت کے صدقے میری آنکھ کی روشنی کے لئے تیرے حبیب کی نعلین کی خاک کے سرمہ کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ اور اس سرمہ کی برکت سے میری آنکھ کو روشن کر۔ کہ تیرے سوا کسی کو نہ دیکھوں۔ دل کو بے عملی کی وجہ سے نہ جلا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے روشن کر۔ دیکھو وہ مہربانی سے کیا انعام فرماتا ہے۔ اور گنج بخشی کی نہایت کی وجہ سے بخشش کی کیا آواز سناتا ہے وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے) اور یہ کرم محض اس سبب سے ہے

کہ ضعیفوں کی خاک کو بغیر سبب کے پیدا کیا۔ اور وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ (اور تحقیق ہم نے بنی آدم پر کرم کیا) کا تاج سر پر رکھا اور جو کچھ کُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا (میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا) کے خزانہ میں تھا ایک ایک کر کے قربان کیا۔ اور انعام کی زیادتی کے سبب سب کو حیرانی میں ڈال دیا۔ یعنی اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (جب تیرے پروردگار نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانا چاہتا ہوں) تو رشک اور غیرت سب قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (انہوں نے کہا کیا تو اس (زمین) میں اس (آدم) کو بنانا چاہتا ہے۔ جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون گرائے گا۔ اور حالانکہ ہم تجھے پاک یاد کرتے ہیں۔ اور تیری تعریف کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں) پکار اٹھے۔ تب قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اس (خدا) نے کہا میں اچھی طرح جانتا ہوں جو کچھ تمہیں معلوم نہیں) کے قہاری تازیانہ سے سب کو خاموش کر دیا۔ اور نظر خاص یعنی عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (آدم کو سب کے نام سکھا دیئے) سے اس کے سینے کو روشن کیا۔ لیکن يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے) کا خانہ میزان کے قیاس میں ٹھیک نہیں آتا۔ صرف یہی کہ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ۔ پس اے عزیز بغیر تیرے اور بغیر تیرے کام کے جب اس نے کام بنایا اور جو کچھ ہے اسی کی طرف سے ہے اور سب اچھا ہے اور مصلحت سے خالی نہیں صِبْغَةَ اللّٰهِ وَهُوَ خَيْرٌ (جس کو اللہ تعالےٰ نے رنگا وہ ٹھیک ہے) ع

زنیکو ہر چہ صادر گشت نیکوست

نیک سے جو کچھ ظاہر ہوا وہ نیک ہے

اے میری جان سر سے پاؤں تک میں نے دیکھا لیکن ہماری بدی پر تیری نظر کب پڑ سکتی ہے۔ اس واسطے کہ تیری نظر نیک ہے اور نیک نظر کو سوائے نیکی کے اور کچھ نہ دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ جو برائی بھی اس کے سامنے آئے۔ اسے عمدہ ہی معلوم ہو۔ چونکہ نیک نظر کی صفت یہ ہے کہ بد نہ دیکھے۔ پس وہ کون ہے جو تیری نظر میں نہیں۔ اور جو تیری نظر میں نہیں وہ جہان میں نیست ہے اور جو تیری نظر میں ہست ہے وہ ابد تک ہست ہے۔ جو کچھ ہے تیری نظر میں ہے اور جو تیری نظر میں

ہے۔ اور جو تیری نظر میں ہے۔ وہ نیست کس طرح ہو سکتا ہے اور بد کس طرح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جہان کا آئینہ تیرے جمال کے عکس کے سوا کچھ نہیں +

آنجا کہ لعل دلکش شیریں دہد فروغ — یاقوت و لعل در نظر کوہکن یکیست

جہاں شیریں کا دلکش لعل فروغ دے — وہاں کوہکن کی نظر میں یاقوت اور لعل برابر ہیں

یہ ہماری بینائی کی کمی کی وجہ سے ہے کہ ہمیں نیک اور بد نظر آتا ہے۔ لیکن جو شخص جوش سے صفت کا پردہ کھولتا ہے اور وحدت کی دلہن احدیت کے تخت پر لاکھوں بناؤ سنگار سے جلوہ گر ہوتی ہے تو تجھے ایک ہی کرشمے سے فراق کی آنکھ سے لیجاتی ہے۔ اس وقت تیری آنکھ سیاہی سفیدی اور اچھائی برائی دکھلائی دیتی ہے۔ اور زبان حال بول اٹھتی ہے +

درونِ ہر تنے جانے است پنہاں — بزیرِ کفر ایمان است پنہاں

ہر ایک تن میں ایک خاص جان پوشیدہ ہے — کفر کے نیچے ایمان پوشیدہ ہے

افسوس افسوس۔ جب توحید کا آفتاب معرفت کے آسمان پر چمکتا ہے۔ اس وقت سب کو اس کی روشنی میں ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ اور جب شاہِ عشق احدیت کے میدان میں وحدیت کے بلّے سے لَیْسَ فِی الدَّارَیْنِ اِلَّا ھُوَ (دونوں جہان میں اس کے سوا اور کوئی نہیں) کی گیند سے کھیلتا ہے۔ اس وقت مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ فَکَلَّ لِسَانُہٗ (پس جب میں نے اپنے رب کو پہچانا۔ میری زبان گونگی ہوگئی) کے معنوں سے واقف ہوتا ہے۔ اور مسجد اور بتخانے سے منہ پھیر کر حقیقی قبلہ کی طرف رخ کرتا ہے۔ یعنی اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (تحقیق میں نے اپنا رخ اس کی طرف پھیرا ہے جو زمین اور آسمان کو پیدا کرنے والا ہے ایک طرف ہو کر اور میں مشرکوں سے نہیں) اور اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ (تحقیق میری نماز۔ میری قربانی۔ میری زندگی اور میری موت اللہ تعالٰی کے واسطے ہے جس کا کوئی شریک نہیں) کی نماز میں مشغول ہوجاتا ہے +

افسوس افسوس۔ اے میری جان قضا و قدر پر نظر رکھ اور سب کو عین رضا خیال کر۔ اور زبان کو بیہودہ باتوں سے ہٹالے۔ اور دل کی آنکھیں اس

اشارے پر لگا۔ یعنی لَا تَتَحَرَّكُ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (کوئی شے اللہ تعالٰے کے حکم بغیر نہیں ہل سکتی) اے میری جان انسان کی تین حالتیں ہیں۔ شروع ۔ وسط۔ اور اخیر۔ پس وہ دانہ جو ازل میں تیرے نصیبوں کی کھیتی میں بویا گیا ہے۔ وہ وسط یعنی دنیا میں بوئے گا۔ اور اخیر یعنی دوسرے جہان میں وہی تو کاٹیگا۔ اور جزا کے موقع پر تیرے مقصود کا کھلیان اسی سے ہو گا۔ اگر قیامت کے دن ہم سے پوچھیں گے کہ تو کیا لایا ہے تو میں کہوں گا کہ جو کچھ تو نے دیا تھا۔ یعنی جب میں ہیچ ہوں تو مجھ سے کچھ نہ مانگ +

عشقے کہ نہ عشق جاودانی است   بازیچۂ شہوتِ جوانی است

وہ عشق جو جاودانی عشق نہیں   وہ جوانی کی شہوت کا کھیل ہے

اور جاودانی عشق حقیقی ہے نہ کہ مجازی۔ بلکہ عشق مجازی اللہ تعالٰے سے دوری اور مہجوری ہے۔ ہاں مجنوں جو کہ لیلٰے کا عاشق تھا۔ قیامت کے روز اُسے لیلٰے ملے گی نہ کہ خدا۔ یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ جب اجل کی ہوا نے لیلٰے کے جمال کی شمع گل کر دی۔ تو مجنوں کی جان کا پروانہ تاریکی میں شرمندہ رہگیا اور کہنے لگا۔ کہ یہ تمام ماجرا ندامت کا ہے۔ میں ایسی چیز کو کیوں دوست بناؤں جو مرجانیوالی ہو۔ پس یار وہی اچھا ہے۔ جو ہمیشہ بغل میں رہے +

دل بر وبند کہ او نمیرد ہیچ   آنکہ میرد بروچہ دل بندی

اس سے دل لگا جو کبھی نہیں مرتا   جو مرجانیوالا ہے اس سے تو کیا دل لگاتا ہے

اے میری جان حقیقی **عشق** سے مراد **عشق** مطلق ہے اور **عشق** مقید (**عشق** مجازی) صفاتی ہے۔ جب تک **عشق** مطلق کو نہیں پہنچ جاتا۔ اسے حقیقی نہیں کہہ سکتے۔ اور **عشق** مطلق یہ ہے کہ وہ فراق کے دائرہ سے باہر نکلے چنانچہ اس کی نظر میں بُرا بھلا یکساں دکھائی دے۔ یعنی اس کی نظر میں سوائے یار کے کچھ دکھائی نہ دے۔ محقق کے نزدیک وہ سیاہ اور سفید ہے جو چین و چگل کے خوبصورتوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور حقیقی حسن **عاشق** کی آنکھ میں جلالی چمکارہ ہے۔ اور حقیقی محبوب ہر دم ایک نرالا ہی جلوہ دکھلاتا ہے۔ اور ہر وقت ایک اور ہی لباس پہنتا ہے اور ایک اور ہی حسن ظاہر کرتا ہے +

اگر ہر ساعتے صدبار رخسارش بصد دیدہ — ہمے بینی مشو قانع کہ رخسارے دگر دارد

اگر تو ہر گھڑی سو آنکھوں سے سو دفعہ بھی اس کے رخسار کو دیکھے۔ تو بھی قانع نہ ہو کیونکہ اس کا اور رخسار بھی ہے ✤

کبھی پوری بے نیازی کے ساتھ ناز سے معشوق کا نقاب چہرے پر ڈال لیتا ہے۔ اور کبھی محض مہربانی اور کمال مستی اور کمال مشتاقی اِنَّ الْمُنْ بِرِیْنَ سے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور کبھی خاص کرشمہ سے صفات کا برقعہ درمیان سے اُٹھا دیتا ہے۔ اور یہی وجہ کہ مُشَاهِدَ ثُمَّ الْاَبْرَارُ دَبِیْنَ التَّجَلِّیْ وَالْاَسْنَادَ (نیک لوگوں کا مشاہدہ تجلی اور پوشیدگی کے درمیان ہوتا ہے) لیکن عاشق کو دونوں حالتوں میں مزا ہے۔ اس واسطے کہ اسی سے ظاہر ہوتا ہے اور اسی میں غائب ہو جاتا ہے۔ یعنی تجلی میں محبوب کے مشاہدہ میں مست ہے۔ اور پوشیدگی کی حالت میں عدم کے پردے میں نابود ہے۔ یعنی ظہور میں حیران ہے اور پوشیدگی میں غائب ہے۔ یعنی جب محبوب نہیں ہوتا تو ہوتا ہے۔ اور جب محبوب ہوتا ہے۔ تو نابود ہو جاتا ہے۔ چونکہ اس کی ہستی کا قیام محبوب کے حضور کے سبب ہے۔ پس جو تجلی اسے ہوتی ہے وہ عین ذوق ہے۔ اور اشتیاق جلدی ہی عاشق کو ذوق اور وصل کے جال میں پہنچا دیتا ہے۔ اور جس کا نام فراق رکھا ہے۔ فراق کچھ بھی نہیں۔ عاشق کو فراق نہیں ہوتا۔ فراق سے مراد عاشق کی ناسیری ہے۔ یعنی بے نہایتی کے سمندر میں حیران ہے۔ جس قدر پیتا ہے۔ اُسی قدر جوش میں آتا ہے اور سیراب نہیں ہوتا ✤

دلارام در بر دلارام جوے — لب از تشنگی خشک بر طرف جوے

معشوق بغل میں اور معشوق کو ڈھونڈ رہا ہے۔ اور ہونٹ پیاس کے مارے ندی کے کنارے پر ہیں ✤

وَهُوَ یَعْلَمُ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہیں جانتا ہے) اگرچہ معشوق کا مقام جان میں ہے۔ مگر جو یہ نہیں جانتا وہ زندہ ہی بے جان ہے۔ اس واسطے کہ زندہ وہ لوگ ہیں۔ جو ہر دم معشوق کی بغل میں ہیں۔ اے میری جان آنکھیں اپنی طرف دیکھنے سے بند کر لے۔ پھر سچی بصارت سے اپنے آپ کو

دیکھ کہ تو کیا ہے اور کون ہے۔ علم الیقین طالبوں کا مقام ہے۔ اور عین الیقین متوسطوں کا اور حق الیقین واصلوں کا مقام ہے۔ لیکن پہلے جب تک عین الیقین نہ ہو علم الیقین نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کسی نے کعبہ کو نہیں دیکھا۔ تو اسے کعبہ کا علم الیقین نہیں ہو گا۔ پس معلوم ہؤا۔ کہ عین الیقین سے اسرار حقایق کا مطالعہ عین الیقین سے ہی کر سکتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی کنوئیں میں ہی پرورش پا کر بڑا ہؤا ہو۔ اور اسے اچانک کنوئیں سے نکالکر آفتاب کی روشنی میں لایا جائے۔ تو وہ حیران رہ جائیگا۔ اور مدت تک وہیں کھڑا رہیگا۔ پھر آفتاب سے مانوس ہو گا۔ اس کے بعد آفتاب کا علم حاصل کرے گا۔ جس پر وہ آفتاب کے اسرار کا مطالعہ کرے گا۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (یعنی ہر نفس کو موت کا شربت چکھنا ضروری ہے) لیکن وہ نفس جو صفات بشری سے باہر نکل آئے ہیں۔ اور روح کی صفت سے موصوف ہوئے ہیں۔ اور ذات مطلق میں محو ہو گئے ہیں وہ بقائے حق سے باقی اور پائدار ہونگے ◆

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

وہ شخص ہرگز نہیں مرتا جس کا دل عشق سے زندہ ہو گیا۔ جہان کے دفتر پر ہماری ہمیشگی لکھی ہوئی ہے ◆

ہاں جس نے خدا سے زندگی حاصل کر لی ہے اور مقید سے مطلق کی طرف مشغول ہو گیا ہے اور لَیْسَ فِی الدَّارَیْنِ اِلَّا ھُوَ (دونوں جہان میں اس کے سوا اور کوئی نہیں) کی تلوار سے تمام ذات کی تعداد کو جدا کر دیا وہ ہمیشہ محبوب کے مشاہدہ کے دریا اور معشوق کے وصال کے قعر (گہرائی) میں مست اور مدہوش ہے اور ہو گا۔ اے میری جان عام لوگوں کی موت اور شئے ہے اور خاص لوگوں کی موت اور چیز ہے۔ عام لوگوں کی موت وصل سے جدا ہونا ہے اور خاص لوگوں کی موت جدائی سے وصل کا حاصل ہونا ہے۔ پس خاص لوگوں کا مرنا عین زندگی ہے اور عام لوگوں کا مرنا دوری اور مہجوری ہے ۔ چونکہ موت اسی کو ہے جو اللہ تعالےٰ سے دور پڑا ہو۔ اُس کو خدا سے نزدیک کر دیتی ہے۔ چنانچہ اَلْمَوْتُ جسرٌ یوصلُ الحبیبُ الی الحبیب (موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے

ملا دیتی ہے) اسی سبب سے ہے۔ بلکہ جب محبت کے غلبہ سے عشق کے بھنور میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور معشوق کے حسن کے سمندر میں جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس قدر نیچے جاتے ہیں۔ کہ بے نشانی کی گہرائی میں غائب ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ابد تک ان کا نام و نشان کسی جگہ نہیں پایا جاتا۔ پس عاشق کی موت کمال استغراق ہی ہے نہ کہ مرجانا۔ انہیں معنوں میں یہ کہا گیا ہے +

دریاد تو عاشقاں چناں جاں بدہند ۔۔۔ کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

تیری یاد میں عاشق اس طرح جان دیتے ہیں۔ کہ اس جگہ ملک الموت کی بھی سمائی نہیں ہوتی بلکہ بیچارہ عاشق ہر دم مرتا ہے۔ اور زندگی کی موت حاصل کرتا ہے یہاں موت اور حیات کا کیا ذکر۔ یہاں کام ہی اور ہے اور خیال ہی اور ہے۔ اور جان ہی اور ہے۔ اور موت ہی اور ہے۔ اور حیات ہی اور ہے۔ وہی جانتا ہے جس پر گذرتی ہے +

جاں خواہم از خدا نہ یکے بلکہ صد ہزار ۔۔۔ تا صد ہزار بار بمیرم برائے یار

میں اللہ تعالےٰ سے ایک جان نہیں مانگتا ہوں بلکہ لاکھوں جانیں مانگتا ہوں تاکہ لاکھوں مرتبہ میں یار کے لئے مروں +

اور جس نے رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ (میں نے اللہ تعالےٰ کو اچھی صورت میں دیکھا) فرمایا ہے۔ یہاں اچھی صورت سے مراد نیک خصلت ہے اور نیک خصلت ایک ظہور ہے۔ مگر حضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں ہے پس جس نے دیکھا اپنے آپ کو دیکھا۔ اور جس نے پایا اپنے آپ کو پایا۔ اس واسطے کہ اچھی صورت اور نیک خصلت حضرتؐ کے آئینہ کے سوا ظاہر نہیں ہوتی۔ اور اس کی تجلیات کی کوئی انتہا نہیں۔ لیکن خاص تجلی انسان کا ظہور ہے اور خاص ظہور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ اسی واسطے حکم ہوا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (اے محمدؐ کہ دے اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہیں پیار کرے گا) پس اللہ تعالےٰ کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی مگر اس کے حبیبؐ کی پیروی سے۔ اور اس کے حبیب کی پیروی حاصل نہیں ہو سکتی مگر پیر کے فرمان میں کیونکہ کوئی شخص خود اپنے ہی

خیال سے کسی مرتبے پر نہیں پہنچا۔ اس لئے سلطان العارفین قدوۃ المحققین شیخ حسام الحق والشرع والدین ناگوری قدس اللہ سرہٗ وروحہٗ فرماتے ہیں۔ کہ روتے رہنا اچھا ہے۔ خود بخود کامل اور مکمل نہیں ہو جاتا۔ جب تک کہ پیر کی نظر کی پرورش نہ پائے اور اپنے آپ کو اس کے حکم کے سپرد نہ کر دے۔ اے میری جان نظر کی پرورش مشکل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت قطب الاقطاب قبلہ محبت قطب العالم شیخ نور الحق والشرع والدین فرماتے ہیں۔ کہ جو کام پیر کی ایک نظر کرتی ہے وہ سو چلوں سے بھی نہیں ہو سکتا۔ ع

تو خود را بدو بسپار و خوش باش

تو اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے اور خوش رہو

اے میری جان شاہِ عشق کے چار تخت ہیں۔ اور ہر ایک تخت پر ایک خاص سلطنت اور ایک خاص رسم اور حکم ہے۔ ایک لاہوت۔ دوسرا جبروت۔ تیسرا ملکوت۔ چوتھا ناسوت۔ لاہوت سے مراد سر ہے اور جبروت سے مراد روح۔ اور ملکوت سے مراد دل۔ اور ناسوت سے مراد بدن ہے پس دل کی خدمت اور روح کی محبت اور سر کی نزدیکی اور بدن کے وصل میں ہر مرتبہ پر ایک خاص ذوق ناسوت سے لیکر لاہوت تک حاصل ہوتا ہے۔ اور لاہوت سے ناسوت کا کام کرتا ہے۔ غیب غیب سے اور ظاہر ظاہر ہے۔ نہ غیب کو ظاہر کی خبر اور نہ ظاہر کو غیب کی واقفیت ✣

افسوس افسوس۔ بے نشان کا نشان محض فنا میں۔ دیکھ کہ نشان یہ ہے۔ کہ خدا کی خدائی میں خدا ہونا عین ذات حق ہے اور نہیں تو اپنی خودی سے خدا کہنا یقیناً کفر ہے ✣

گر ہمہ عالم ہمہ ثواب تو بود	تا تو نباشی ہمہ عذاب تو بود
اگرچہ سارا جہان سب تیرا ہی ثواب تھا	جب تو نہیں تھا تو یہ سب تیرا عذاب ہی تھا

ایمان کا بقا کیا چیز ہے؟ محبت کا بقا جب تک محبت الٰہی ہے ایمان باقی ہے) اور محبت کا بقا غیر کے فنا سے حاصل ہوتا ہے۔ الدنیا لکم والعقبیٰ لاھلہ والمولیٰ لی (یعنی دنیا تمہارے لئے ہے اور عاقبت عاقبت والوں

کے لئے اور مولے میرے لئے ہے) *

مئے حرفِ وحدت کسیکہ نوش کرد | کہ دنیا و عقبےٰ فراموش کرد
وحدت کے حرف کی شراب اُس نے پی | جس نے دنیا اور عقبےٰ کو بھلا دیا

دنیا سے مراد بدن ہے اور عقبےٰ سے جان ہے۔ یعنی دونوں کو محبوب کی محبت میں فدا کر دے تو خدا رسیدہ ہوتا ہے پس محبت کا بقا غیر کی فنا سے حاصل ہوتا ہے۔ اور غیر کا فنا کیا ہے اپنا فنا۔ اور اپنا فنا حق کے لقا سے حاصل ہوتا ہے اور حق کا لقا یار کے لقا میں ہے۔ اور یار کا لقا غیروں کے فنا میں ہے۔ اور غیروں کا فنا حاصل نہیں ہوتا مگر ذات پر نظر رکھنے سے اور وہ کیا ہے؟ یعنی جب عین بھی تو ہی ہے تیرے سوا کوئی نہیں اور ہمیشہ اس دریا کی گہرائی میں ڈوبا رہے۔ یہاں تک کہ اسی سوچ بچار میں فانی مطلق ہو جائے۔ پھر لقائے حق سے بقا حاصل کرتا ہے تب بغیر کانوں اور آنکھوں کے حال اور بدن ہو جاتا ہے *

دیدار تو بے حجاب دیدن نتواں | رخسار تو بے نقاب دیدن نتواں
تیرا دیدار بغیر پردہ نہیں دیکھا جا سکتا | اور تیرا بے نقاب رخسارہ نہیں دیکھا جا سکتا

اے میری جان تمام قالب کو نقاب کہہ سکتے ہیں۔ اس واسطے کہ بغیر قالب کے نہیں دیکھ سکتے۔ اور نیز فراق کو بھی نقاب کہتے ہیں۔ جب تک فراق کمال کو نہیں پہنچ جاتا۔ تب تک چہرہ نہیں دیکھ سکتے۔ اس واسطے کہ جب تک شوق غالب ہو کب دیکھ سکتا ہے۔ پس یہ نقاب شوق دلانے کے لئے ہے۔ نہیں تو معشوق کے حسن کی کوئی انتہا نہیں۔ اور جب معشوق کا انتہا دیکھا جائے تو نقاب ہے۔ اور دوسرا حجاب جو ہے وہ عشق کا غلبہ ہے۔ اور جس وقت چاہتا ہے معشوق کی طرف دیکھتا ہے اور محبوب بے نیازی سے خود منہ نہیں پھیر لیتا۔ اور جب تک محبوب رخ نہ پھیرے عاشق ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ اور دوسرے یہ ہے کہ اگرچہ معشوق شوق کے غلبہ کی وجہ سے ظاہر میں حاضر ہے۔ لیکن چونکہ عاشق کی آنکھ شوق کی زیادتی کی وجہ سے جلی ہوتی ہے۔ اور شوق عاشق کے لئے بمنزلہ حجاب کے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز مجنوں کا باپ لیلے کے باپ کے پاس گیا اور

کہا۔اے بھائی ہم تم رشتہ دار ہیں۔تو لیلےٰ کو مجنوں سے کیوں نہیں بیاہ دیتا۔ لیلےٰ کے باپ نے کہا۔مجھے مجنوں سے محبت بھی ہے۔اس کے شوق کے غلبہ کی وجہ سے میں اس کے ساتھ لیلےٰ کی شادی نہیں کرتا۔اگر تجھے یقین نہیں۔تو آزما دیکھ۔چنانچہ لیلےٰ کے باپ نے لیلےٰ کو کہا کہ آ اور دکھلائی دے اور اپنے حسن کا جلوہ عاشق کو دکھلا۔لیلےٰ نے جب چاہا۔لیلےٰ کا باپ ابھی گھر سے باہر بھی نہ نکلنے پایا تھا۔کہ ہوا نے لیلےٰ کا دامن مجنوں کو دکھا دیا۔اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔تو لیلےٰ کے باپ نے کہا۔مَنْ لَمْ یَعْلَمْ عَلَی الطَّلَعِ بِالْوَبَلَاءِ کَیْفَ بَصِیْرٌ عَلٰی ذُوْبَتِھَا (جو اُسے بغیر دیکھے کے بیہوش ہو کر گر پڑا۔وہ اُسے دیکھنے کی کیا تاب لا سکتا ہے)۔

طاقت دوری ندارم حیف یاران چہ کنم　　　　گر وصالے نیست مارا دیدہ را پر خوں کنم

اے دوستو افسوس میں کیا کروں مجھ میں دوست سے دور رہنے کی طاقت نہیں۔ اگر ہمیں وصال میسر نہیں تو میں آنکھوں سے خون روؤں گا۔

تیرے چہرے کو دیکھنے کی کس کو طاقت ہے۔میں بچارہ حیرانی میں تڑپ رہا ہوں۔پس اس کا چہرہ بغیر نقاب کے نہیں دیکھ سکتے۔یعنی ذات کو صفات کے پردہ میں نہیں دیکھ سکتے۔المومن مراۃ المومن (مومن مومن کا آئینہ ہے) عاشق بے شک معشوق کا آئینہ ہے۔یہاں ایک باریک بات ہے۔جس کی حقیقت جان کے ادراک کے سوا معلوم نہیں ہو سکتی۔یعنی عشق سے مراد آپ اپنے تئیں دیکھنا ہے۔معشوق کا آئینہ موجود ہوا۔تو معشوق نے اپنی طرف دیکھا اور عاشق کو پایا۔یعنی جب اپنے خیال کے کمال کو دیکھا تو اپنا عاشق بن گیا۔پس عاشق کی توجہ معشوق کی طرف معشوق کا مشتاق ہونا ہے عاشق پر یعنی اپنے آپ پر۔پس عاشق معشوق کا آئینہ ہے۔اور معشوق عاشق کا آئینہ ہے۔عاشق کا فعل معشوق کا فعل ہے۔اور معشوق کا فعل عین عشق ہے۔اور عاشق معشوق کو اور معشوق محبوب کے مشاہدہ کے سمندر میں ایسا غوطہ لگاتا ہے۔کہ وہ خود بخود واپس نہیں آتا۔یہاں تک کہ دونوں عشق کی صفتیں عشق میں عشق بن گئیں۔ان کو قرار نہیں اس واسطے کہ اگر عشق کو قرار ہوتا۔تو عاشق اور معشوق کا عشق ظاہر نہ ہوتا۔بلکہ

اس میں عشق کی لذت ہے۔ اور ہمیشہ اول سے آخر تک اس کے ذوق کا دریا جوش میں رہتا۔ عاشق اور معشوق عشق کے قد کا لباس ہیں۔ کتنے ہی پہنے اور کتنے ہی پھاڑ ڈالے۔ اور کتنے ہی پہنتا ہے اور کتنے ہی اُتار دیتا ہے۔ اور کتنے ہی قدرت کے گھر میں کپڑوں میں موجود ہیں۔ ان کو آنے جانے کی کوئی ضرورت نہیں +

گر بمیرد مرکب من من نمیرم ہیچ گاہ مرکبے دیگر بیابم تا بر آں گردم سوار

اگر میری سواری مر بھی جائے تو میں ہرگز نہیں روؤں گا۔ مجھے اور سواری مل جائے گی تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں +

اے محبت کے باغ کے غنچے اور اے وحدت کی پھلواڑی کے پھول اور اے وصل کے باغ کے نئے پودے جب سے تیرے جمال کا پھول جہان کے باغ کے صحن میں کھلا ہے۔ بلبل عاشق کی آنکھ اس کے دیکھنے کے بغیر ایک لحظہ بھی نہیں سوئی۔ اور مشتاق بلبل نے اس کے جمال پر ایسا خیال جمایا ہے۔ کہ ابد تک اس کی خوشبو کی طرف دیکھ رہا ہے۔ جب سے تاریک گھر کو یہ روشنی ملی ہے جو کچھ نہیں دیکھا تھا وہ دیکھنے میں آیا +

راہ پدید آمد چو آدم شد پدید زو کلید ہر دو عالم شد پدید

جب آدم ظاہر ہوا تو راہ بھی ظاہر ہوئی اور اسی سے دونوں جہان کی کنجی ظاہر ہوئی

اے میری جان عبودیت اور ربوبیت دو ذاتی صفتیں ہیں۔ اور انہیں صفتوں سے ظہور میں آیا۔ اور یہ دونوں ہی انسان کے وجود میں موجود ہیں۔ اور ان دونوں کی مثال میم اور واؤ کی طرح ہے۔ کہ ایک ہی وقت ظاہر ہوئے ہیں۔ لیکن اگر تو میم کا خیال کرے گا تو واؤ مٹ جائے گی۔ اور اگر واؤ کا خیال کرے گا تو میم مٹ جائے گا۔ پس واؤ کی حضوری میم کی نمایش میں ہے۔ اور اس کا خاتمہ میم کے حضور میں۔ یعنی ہماری حضوری میں اس کا خاتمہ ہے۔ اور میم سے مراد میں اور ہم ہے۔ اور واؤ سے مراد بادشاہ ہے۔ پس ان دو صفتوں میں سے جس کا خیال کرے گا۔ تو وہی ہو گا۔ پس مناسب ہے کہ ہر حال میں واؤ کا خیال رکھنے جہاں تک میم فنا ہو جاوے +

چناں در اسم او کن جسم پنہاں — کہ چوں گردد الف در بسم پنہاں

اُس کے نام میں جسم کو اس طرح پوشیدہ کر — جس طرح کہ الف بسم میں پوشیدہ ہے

اگر تو عین دیکھے گا تو عین ہے۔ اور اگر غیر دیکھے گا تو غیر ہے۔ بلکہ عین غیبت میں ہویت کے جمال پر نہیں۔ جب تک کہ اس کی آنکھ دلہن کو ایک اور راز حاصل نہ ہو جائے۔ پس عبودیت اور ربوبیت دونو ذاتی صفات ہیں۔ جس وقت حضرت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم پر ربوبیت کی صفت غالب آتی اور عبودیت کی صفت محو ہو جاتی۔ اس وقت جو کچھ آپ فرماتے وہ کلام اللہ کی طرف سے ہوتا۔ اور جب عبودیت کی صفت پھر آتی۔ اس وقت جو کچھ زبان مبارک سے نکلتا وہ حدیث ہوتی۔ اور جبرائیل سے مراد یہی ہے۔ یعنی ان دونو خواص کے درمیان خواطر ہیں۔ جو عبودیت کی صفت میں ربوبیت کے حال کی خبر دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ اس واسطے کہ

چو در آید وصل را حالہ — گم شود گفتگوئے دلالہ

جب وصال کی حالت آجاتی ہے — تو دلالہ کی گفتگو گم ہو جاتی ہے۔

بلکہ لَا شَیْ ءَ لَہٗ کے دائرہ وحدت میں دلالہ کا کیا کام۔ یعنی

در عشق پیام در نہ گنجد — خود بود کہ خود پیمبری کرد

عشق میں پیغام کی گنجایش نہیں — وہ آپ ہی تھا جس نے پیمبری کی

افسوس افسوس۔ اس وقت جبکہ وحدت کا دریا اپنے عشق سے اس کے وجود میں آیا۔ اور بہت سی لہریں لیں اور اپنی بے نہایتی میں آرام لیا۔ یعنی ٹھیر گیا۔ تو اچانک ازلی غوطہ خور نے بے تھاہ سمندر میں غوطہ لگایا۔ اور بڑی تلاش سے فقر کا نیک نشان باہر نکالا۔ اور اس کی لطافت کی صفائی کے سبب جو کچھ تھا ظاہر ہو گیا۔

چہ فتنہ بود کہ مشاطۂ قضا انگیخت — کہ گرد نرگسِ مستش سیاہ سرمۂ ناز

وہ کیا فتنہ تھا جو قضا کی مشاطہ نے بپا کیا — کہ اس کی مست آنکھ میں ناز کا سیاہ سرمہ لگایا

آہ اس سے کیا فائدہ تھا۔ کہ محبت کی مشاطہ نے قضا کے حکم کے مطابق شور پیدا کر دیا۔ اور اس کی مست آنکھ کو ناز کے سرمے سے سیاہ کیا۔ مست نرگس سے

مرادِ عشق کی عدمیت (نہ ہونا) ہے۔ اور سرمۂ ناز سے مرادِ عشق کی پیدائش ہے۔ یعنی شاہِ عشق نے بے نہایتی کی وجہ سے خود بخود تھا چنانچہ مستی کی عنایت سے اسے اپنی ہستی کی بھی خبر نہ تھی۔ اچانک قضا کی مشاطہ کو کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا کے خلوت خانے سے خاصیت کا نغمہ سنایا۔ اور اس کی آواز سے اعرف کو اس کی بغل میں دیا۔ اور حقیقت محمدی کا سرمہ اس کی مست آنکھ میں لگایا۔ اور اس کے حسن کی دلہن کو لاکھوں بناؤ سنگار سے اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَصِفَتِیْ (انسان میرا بھید ہے اور میری صفت ہے) کے آئینہ میں جلوہ دیکر محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور خود ہی اس کے مست چہرے کا عاشق حیران اور مشتاق بن گیا۔ اور جب جمال کی زیادتی کے سبب بے قرار بے سکون اور بے حال ہوا۔ تو بڑی گھبراہٹ سے درد کی زبان سے عین حضوری میں بے صبری کا شور کر اُٹھا۔ اور یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا پکارا۔ یعنی کیا ہی اچھا ہوتا کہ نہ ہوتا میں اگر ہوتا تو عالمِ عدم میں بے دم ہوتا۔ تاکہ اتنی مصیبتوں اور غموں میں مبتلا نہ ہوتا۔ اس واسطے کہ جتنا زیادہ اچھا اتنا ہی زیادہ خراب۔ اور کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس کی مست نرگس کو سرمۂ ناز سیاہ نہ کرتا۔ تاکہ جہان اس طرح تباہ نہ ہوتا۔ یعنی جس قدر کہ معشوق کا حسن عاشق کی نظر میں عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی قدر خراب ہوتا ہے۔ اور یہ آہ وزاری رنجیدگی کے باعث نہ تھی بلکہ عشق کے غلبہ کی وجہ سے تھی۔ اور دوسرے نرگس مست سے مراد ذات ہے۔ اور سرمۂ ناز سے مراد ذات کی صفات ہے۔ صفات کے پردہ میں چھپا بنایا ہے۔ پس اس کو حجاب نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ وہ سرمۂ ناز ہے۔ اور نیز نرگس مست سے مراد بیخودی ہے اور سرمۂ ناز سے مراد خودی ہے۔ اس واسطے کہ ہوشیاری سے مستی معلوم ہو سکتی ہے۔ اور اگر فراق نہ ہوتا۔ تو وصال کی بھی قدر معلوم نہ ہوتی۔ اور دوسری نرگس مست سے مراد غلبہ عشق ہے۔ اور سرمۂ ناز سے مراد معشوق کا اغراض (روگردانی) ہے۔ اور نرگس مست سے مراد محبوب کی بے نیازی ہے۔ اور سرمۂ ناز سے مراد عاشق کا نیاز ہے۔ یعنی معشوق کا ناز عاشق کے نیاز کے بغیر بھلا معلوم نہیں ہوتا۔ اور دوسرے فتنہ سے مراد شورِ عشق ہے۔

اور مشاطۂ قضا سے مراد مخفی ارادہ ہے۔ اور سرمۂ ناز سے مراد جدائی ہے اور نرگس مست سے مراد دلجمعی ہے۔ یعنی عشق کا دریا اپنی شیرینی و شور سے شور کر اُٹھا اور علم قدیم میں قضا کی مشاطہ مصاحب تھی۔ اس کے حکم سے شور شورش کرنے لگا۔ اور اُس کو جمع کے دائرہ سے علیحدہ کر دیا۔ اور وصال کے بستر سے فراق کی خاکستر پر پھینک دیا۔ اس واسطے کہ جب شاہ عشق عاشقی اور معشوقی کی صفت میں اپنے حسن کی عشق بازی کرتا ہے تو ہجر کا درد درمیان میں لاڈالتا ہے۔ تاکہ عجیب باتیں اور عمدہ راز حاصل ہوں ✣

گر عشق نبودے وغم عشق نبودے ۔۔۔ چندیں سخنانِ نغز کہ گفتے وکہ شنودے

اگر عشق نہ ہوتا اور عشق کا غم نہ ہوتا ۔۔۔ تو اتنی عمدہ باتیں کون کہتا اور کون سنتا

اِنَّ الْمُشْتَاقَ الْمُذَبْذَبِیْنَ (میں اُن کا مشتاق ہوں جو بیٹھ بھیرنے والے ہیں) اَے میری جان جب یہ کیفیت ہے تو اتنے جھگڑے بکھیڑے کیوں ہیں ہاں یہ جھگڑے بکھیڑے دردمندی ہے۔ اور دردمندی مستمندی کے لئے ہے اور مستمندی خداوندی کے لئے ہے۔ اور خداوندی بندگی کے لئے ہے۔ اور بندگی دانندگی کے لئے ہے اور دانندگی پایندگی کے لئے ہے۔ یعنی خدائی اور بندگی اور دوئی اور جدائی دیکھنے اور جاننے اور کہنے اور سننے کے لئے ہے نہیں تو وہ خود ہی بیخود تھا۔ جب آپے میں آیا تو اس اپنی صنعت سے اپنے آپ کو اپنے پر ظاہر کیا۔ یعنی حسن کی دلہن معشوق کے پردہ میں جلوہ گر ہوئی۔ اور قسم قسم کی تجلیات سے متجلی ہوئی۔ یعنی اپنے آپ کو تمام جہان کی صورت میں اپنے آپ پر ظاہر کیا۔ اور یہ اس کی تجلیات کا فرق ہے۔ اور اس کی تجلیات کی کوئی انتہا نہیں کہ ہر عاشق اسے کسی اور عبارت میں ظاہر کرتا ہے۔ اور عارف اس کا کچھ اور ہی پتہ بتاتا ہے۔ اَے میری جان پہلے بے لقا بقا تھا۔ اور بے فنا بقا رکھتا تھا۔ اب بالقا بقا نہیں۔ اور بے بقا فنا نہیں۔ اور بے صفی کیا وقت ہے۔ یعنی بے صفتی سے صفت میں لاتا ہے۔ اگر بے صفتی کی صفت صفت میں حاصل کرے تو واصل ہو جاتا ہے۔ اور اگر صفت میں صفت ہی میں رہا۔ تو مقید سے مطلق کی طرف اس نے پرواز نہ کیا۔ اور بقا کا

حاصل ہونا اسے میسر نہیں ہوتا چنانچہ ابد تک وہ دوست کا وصل حاصل نہیں کر سکتا۔ اے میری جان طالب کوہ کن (فرہاد) کی طرح ہے۔ یہی مناسب ہے۔ کہ اس سے کچھ کام بن جائے۔ یعنی غیر کا حجاب جو کہ طالب کے دل پر پہاڑ کی طرح ہے۔ پس اس پہاڑی حجاب کو ہر دم معشوق کے چہرے سے ہٹائے۔ اور نیستی کی نشتر اپنی رگ کی ہستی پر مارے اور فنا کے سمندر میں غوطہ لگائے اور بے نشان گہرائی سے بقا کا موتی حاصل کرے۔ اے میری جان جب کوئی شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو وہ چیز دوستی کے غلبہ کی وجہ سے بعینہٖ اس کی جان کے اندر بغیر کسی حجاب کے موجود رہتی ہے۔ پس وہ چیز جو کہ جان سے بھی زیادہ نزدیک ہے اس کے لئے اتنی بے قراری اور آہ وزاری کس لئے۔ ہاں عاشق مستسقے (مرض استسقا والا) کی طرح ہوتا ہے جس قدر پیتا ہے جوش میں آتا ہے۔ اور اس کو سیرابی ممکن نہیں اور محبت کی پیاس کی شدت سے دریا کو قطرہ بھی شمار نہیں کرتا۔ اور عین وصل میں بھی فراق کا ہی خیال اس کے دل میں جما رہتا ہے۔ اے بھائی نام کا عاشق محبت کا پیالہ اس کی جان کے حلق میں نہیں ڈالتا۔ اور پیالہ سے درد نہیں اٹھاتا۔ اور درد کا علاج مقام حصول ہے +

افسوس افسوس۔ اے (اللہ تعالےٰ) سب کچھ تو ہی ہے اور تو ہی سب کچھ ہے۔ تو اپنے آپ میں آپ ہی ہے اور سب کچھ تجھی سے ہے۔ اور یہ نو آسمان تیرے دروازے پر ایک حلقہ ہے +

اے بگرد شمع رویت عالم ہمہ پروانۂ ۔۔۔ وزلب شیرین تو شوریست در ہر خانۂ

اے مخاطب تمام جہان تیرے چہرہ کی شمع کے گرد پروانہ کی طرح ہے۔ اور تیرے شیریں لبوں کا شور ہر گھر میں پڑا ہے +

اے میری جان عاشقی اور معشوقی کی صفت قدیمی ہے۔ اور ہمیشہ محبت کے میدان میں نیاز کی زبان سے عاشقی کی صفت رَبِّ اَرِنِی کہتا ہے اور ہمیشہ ناز کی زبان سے معشوقی کی صفت لَنْ تَرَانِی فرماتا ہے۔ اور جس قدر کہ ناز کا ذوق عاشقی کی شمع کو دیتا ہے۔ جانباز پہنچ جاتا ہے۔ اور ناز کا شوق زیادہ ہوتا ہے اور جس قدر عاشق کا شوق دیکھتا ہے ناز کا حظ اٹھاتا ہے یہاں تک کہ عاشق

کا عجز و نیاز رفتہ رفتہ خاک کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے۔ یعنی جب سوز میں آتا ہے۔ تو آگ کی طرح ہو جاتا ہے۔ اور جب اضطراب کی حالت میں ہوتا ہے تو ہوا کی مانند ہو جاتا ہے۔ اور جب گداز میں ہوتا ہے تو پانی کی طرح اور جب قرار میں ہوتا ہے تو خاک کی طرح ہو جاتا ہے۔ عاشق کی عاجزی اس مرتبہ تک پہنچ جاتی ہے اور خاک سے مراد عاشق کا وجود ہے۔ اور عاشق کے وجود سے مراد معشوق کا شہود ہے۔ اور معشوق کے شہود سے مراد عشق کا ظہور ہے۔ پس جب خاک ہے تو پھر اس کو اپنے آپ کی خبر نہیں ہوتی۔ اسی واسطے بیچارہ نے اپنا مقام اس کے قدموں کے نیچے پایا۔ اور ہمیشہ محبوب کی تشریف آوری کے لئے خاک بنتا ہے۔ جب اس کا نیاز اس حد تک پہنچ گیا۔ تو اچانک ناز سے نوازش میں آیا اور چاہا۔ کہ اس کو پاؤں کے نیچے سے اٹھا کر کسی مرتبہ پر پہنچائے اور بے قرار بنائے۔ جب مہتر آدم علیہ السلام کے قالب کے لئے حکم ہوا۔ کہ ایک مٹھی بھر مٹی لاؤ۔ تو زمین قسمیں کھاتی تھی اور اپنی مٹی نہیں دیتی تھی۔ اس میں بھید یہ تھا کہ عاشق کا کام اس مرتبے پر پہنچا دیا تھا کہ وہ معشوق ہو گیا۔ اور معشوق خود عاشق کی طرح اس کا چاہنے والا بن گیا۔ جب یہ حالت ہوئی تو عاشق ناز میں آیا اور معشوق نیاز میں۔ وہ ناز سے واقف نہ تھا۔ اس نے روگردانی کی اور محبت کے غلبہ کی وجہ سے اپنے نازک وجود کا پیراہن خاک کو بنایا۔ اور عشق کی شدت سے ایسا اسے پہنا کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ہم اس سے شاہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہوں) ہو گیا +

افسوس افسوس۔ اس وقت جبکہ احدیت کے بے نشان فقر سے وحدت کا آفتاب واحدیت کے آسمان پر طلوع ہوا۔ اور کفر کی تاریکیاں اس کے ظہور کی روشنی میں مطلق مٹ گئیں اور اس کی سیر غروب ہونے کی حد تک اور اس کی پرواز اخیر مقام تک ہے۔ جتنا وہ آگے بڑھتا ہے۔ اپنے آپ کو کچھ نہیں پاتا۔ پھر خیریت کے تخت پر طلوع ہوتا۔ اور ہر دم حقیقی قبلہ کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ لیکن رشک کی شدت سے گرم ہے۔ یعنی جب اسکے سرِ دم کی شعاعیں جوان میں ظاہر ہوئی ہیں۔ اور آئینہ کی حسب حیثیت مختلف

ظہورات میں نمودار ہوا ہے۔ اس سبب سے عین وصال میں فراق کی فریاد کی
یَالَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا۔ اچانک بے واسطہ مقام سے ندا آئی۔ لَا اِلٰہَ
اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (کوئی نہیں معبود مگر وہ رحم کرنے والا اور بخشش کرنیوالا
ہے) یعنی میرے سوا کوئی نہیں۔ اور میں تیرے سوا نہیں۔ اور تو نہیں مگر سب کچھ
رحمت سے مراد حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہے۔ اور رحیم کا کنایہ
اس کے شہود سے ہے۔ جو کہ ظہورات کے صحراؤں میں ظاہر ہے یعنی اصل تو یہی
ہے۔ اور باقی جو کچھ ہے وہ شاخیں ہیں پس غیرت کا بادل جو درمیان میں حائل
تھا لطف کی ہوا سے اڑالے گئی اور جمعیت کامل نے منہ دکھایا۔ پس حقیقی آفتاب
کو آمد و رفت نہیں وہ اسی طرح اپنے مقام پر ٹھیرا ہوا ہے۔ اور ٹھیرا رہیگا۔
لیکن فنا اور بقا اس کے نکلنے اور چھپنے کا پھل ہے۔ اور رات اور دن اس کی
مستی اور ہوشیاری کا نتیجہ ہے۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ (جہان تبدیلی
پذیر ہے) اس سے مراد شاہِ عشق کا لباس ہے۔ یعنی پرانا اتار کر نیا پہن لیتا
ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ (ہر روز نئی شان میں ہوتا ہے) اس بات کا گواہ
ہے۔ اے میری جان صحو اور سکر یہ دونوں صفات ذاتی ہیں اور زائل ہونیوالی
ہیں۔ اور ابد الآباد تک رہینگی۔ یعنی شاہِ عشق کبھی صحو میں آتا ہے اور کبھی
سکر میں اور ظہور صحو کا نتیجہ ہے اور بطون سکر کا نتیجہ ہے۔ یعنی جب سکر میں جاتا
ہے تو خود بخود جیسا کہ تھا مستی کی کثرت کے سبب نابود ہو جاتا ہے۔ اور جب
صحو میں آتا ہے تو ظہور کے آفتاب سے جہان کو روشن کرتا ہے۔ اور بے نشانی
کا نشان انسانی لباس میں پوشیدہ بھید دل کو ظاہر کرتا ہے۔ اور قیامت سے
مراد اس کا سکر ہے۔ اور جہان کی پیدائش سے مراد اس کا صحو ہے۔ موت اور
زندگی بھی انہیں دونوں صفتوں کا نتیجہ ہیں۔ موت اور نابودی سکر کا نتیجہ ہے
اور زندگی صحو کا پھل ہے۔ پس سکر اللہ تعالےٰ کی صفت ہے۔ اور صحو محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔ جتنی مرتبہ محمد نے اپنے آپ کو چاہا خدا کو پایا۔
اور جتنی مرتبہ خدا کو ڈھونڈا محمد کو پایا۔ اے میری جان بعض اپنی ذات کو محو کرتے
ہیں۔ اور بعض حق کی ذات میں محو ہوتے ہیں۔ یعنی صفات سے قائم ہیں وہ لوگ

جو اپنی ذات کو محو کرتے ہیں وہ مجدد ہیں۔ اور وہ جو حق کی ذات میں محو ہیں وہ محبوب ہیں۔ اور جو قائم بصفات ہیں وہ محجوب ہیں اور جو مجدد ہیں وہ حق میں مستو ہیں۔ اور جو محبوب ہیں حق سے رسوا ہیں۔ اور وہ جو محجوب ہیں وہ دور ہیں +

لب بکشا کہ ہمہ شکر بزند — زآب دیانت رطب ترخورند

تو لبوں کو کھول تاکہ تمام شیرینی حاصل کریں — اور تیرے منہ کے پانی سے تازہ کھجور کھائیں

اے مشتاقوں کے مقصود کے قبلہ اور اے عاشقوں کی شام کے آفتاب جو تیرے لعل و یاقوت کا خیال رکھتا ہے اسے خونِ جگر کے سوا اور کیا خوراک ہو سکتی ہے۔ جو لایموت زندگی کو پہنچا دیتی ہے۔ جو شخص اس سیرابی کی قدر جانتا ہے وہ ہر دم آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتا ہے اور اس کی طلب میں جان کو دینے ہدیہ خیال کرتا ہے +

لعل سیراب بخوں تشنہ لب یار من است — در پئے دیدن او دادن جاں کار من است

خون سے سیراب شدہ لعل میرے یار کی لب کا پیاسہ ہے۔ اس (لب) کے دیکھنے کے لیے جان دینی میرا کام ہے +

ان خون کے پیاسوں کی تمنا میں جان لبوں پر آگئی ہے۔ مگر وہ خیال سر سے ابھی تک دور نہیں ہوا +

بر سرِ خاکِ گدایاں بگذرد چوں صبا — تا ز خاکِ خفتگانِ غم بروید لالہ

گداگروں کی خاک پر صبا کا گذر اس لئے ہوتا ہے تا کہ غم کے سوئے ہوؤں کی خاک سے گل لالہ پیدا ہو +

اے دل تو اس محال خیال کو سر سے نکال دے۔ کیونکہ اس مراد کو کوئی نہیں پہنچا۔ اگرچہ ساری عمر اسی آرزو میں بسر پا گئے ہیں۔ اور ہمیشہ مضطرب رہے ہیں لیکن اس حد تک کوئی نہیں پہنچا۔ جب سرورِ انبیا فرماتے ہیں کہ ماعرفناک حق معرفتک تو دوسرے کو اس کا دعوے کرنا محال ہے +

کس را نصیب نیست زنعلش اگرچہ خلق — پروانہ مے کنند چپ و راست چوں مگس

اس کا لعل کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا اگرچہ خلقت مکھی کی طرح دائیں بائیں اڑتی ہے

ہر چند میں اس سے ڈرتا تو ہوں۔ لیکن اس طلب سے آخر کس طرح ہٹا لوں

اس حال میں اس سے کم نہیں ہونا چاہئے۔ جو کہ یوسف کی خریداری کا خیال کرکر تھوڑا سا سرمایہ لیکر محال خیال میں پڑا۔ بے شک اسے معلوم تو تھا کہ اس سرمایہ سے وہ بے بہا لعل کب مل سکتا ہے۔ لیکن وہ اس واسطے گیا تاکہ اسکے خریداروں کے زمرہ میں داخل ہو ◆

ور چو طوطی شکر بود خورشت	جان شیریں فدائے بردہنت
اور اگر طوطی کی طرح تیری خوراک شکر ہووے	تو تیرے منہ پر جان شیریں بھی قربان ہے

افسوس افسوس۔ اس وقت جبکہ ابرو کی کمان کو کان تک کھینچا اور نگاہ کا تیر چڑھایا۔ اور اس تیر کی آرزو میں عاشق نشانہ کی طرح اسکے گرداگرد اکٹھے ہو گئے۔ میں نہیں جانتا کہ جان بخشنے والے معشوق کا دل سے پار ہونے والا تیر کس کے نشانہ پر لگا۔ اور کس کے سینہ میں آدھا ہی جا کر رہگیا۔ اور ان تیر خوردوں کو قیامت کے بازار میں علیحدہ کیا جائیگا۔ اور وہ اس نشان کے سبب حیرانی کے وقت میں پریشانی سے سلامت رہیں گے۔ یعنی نہ انہیں پلصراط کا غم ہوگا نہ حشر کا کھٹکا۔ نہ دوزخ کا خوف نہ بہشت میں مقام وہ کسی سے واسطہ نہیں رکھیں گے۔ صرف یہی ہوگا کہ وہ غیر کے اندیشے سے فارغ یار کو ڈھونڈتے ہوئے دربار میں زار زار خون ٹپکاتے ہوئے آئیں گے ◆

کشتہ شدگانِ لب خون خوارۂ معشوق	تا روزِ قیامت ہم رنگینِ کفانند
جو معشوق کی خونخوار لب کے کشتے ہیں	قیامت تک ان کی ہتھیلیاں رنگیں ہونگی

معشوق کے تیر خوردوں کی صف خاص دروازے پر ہوگی۔ ان کے لئے حکم آئیگا۔ کہ یہ میرے غم کے تیر کے کشتہ ہیں۔ اب میں ان کا غمخوار اور ہمدم ہوتا ہوں ان کو نہ بہشت بریں میں لے جائیں گے اور نہ دوزخ میں ڈالینگے۔ چونکہ وہ نور اور آگ اور حور و قصور سے بے پرواہ ہیں۔ اور اس کی حضوری کے سوا انہیں کسی چیز کا شعور ہی نہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ قدرت کے ہاتھ سے ان کے سر سے فراق کا تیر نکالیگا۔ اور نہ زایل ہونیوالی ازل کے زخمیوں کے زخم پر وصل کا مرہم لگائے گا۔ یعنی مومنوں کو بہشت اور کافروں کو دوزخ اور عاشقوں کو ذات الٰہی نصیب ہوگی ◆

جاناں مارا و جان ما جاناں را　　　حشر ہر کس بقدرِ قابلیت او

(دوست ہمارے لئے اور ہماری جان دوست کے لئے۔ ہر آدمی کا حشر اس کی قابلیت پر موقوف ہے)۔

یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی نِیَّاتِہِمْ (انسان کا حشر ان کی نیتوں کے موافق ہوگا)۔

(ہر روز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است　　　در حیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست

(جبکہ ہر روز تیرا جمال بغیر پردہ کے ظاہر ہے۔ تو میں حیران ہوں کہ کل کا وعدہ کس واسطے ہے)

ہاں اگر محبوب کے شہود کا نور عاشق کی آنکھوں کے سامنے اس طرح موجود نہ ہو۔ تو عاشق کی جان کا پرندہ جسم کے پنجرے کو توڑ ڈالے۔ اور بے نشان گلزار کی طرف اُڑ جائے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے وجود کے جال میں اپنے نور کے حسن کے شہود کا دانہ رکھا ہوا ہے۔ کہ اس دانہ کے چگنے میں ایک ساعت مشغول ہے۔ کہ الدنیا ساعۃ (دنیا ایک ساعت ہے) نہیں تو میں کون اور جال کہاں کا۔ انجام کس نے دیکھا ہے۔ عاشق کے لئے کعبہ اور بتخانہ کی نزدیکی اور دوری یکساں ہے۔ اس واسطے کہ وہ صفات کے پردہ میں حبیب کی ذات کا مشتاق ہے۔ ایسا عاشق عالم غربت میں ہے۔

(خدا چو صورتِ ابروئے دلکشائے تو بست　　　کشادہ کارِ من اندر کرشمہائے تو بست

خدا نے جب صورت کو تیرے دلکشا چہرے پر باندھا۔ میرے کشادہ کاموں کو تیرے کرشموں میں باندھا)۔

جان کا پرند لامکان کے صحرا میں بے نشان پرواز کرتا تھا۔ چنانچہ کسی قید میں بھی نہ پھنستا تھا۔ اور دونوں جہان کے دانہ کی طرف بھی خیال نہ کرتا تھا۔ اس واسطے اجسام کے نام کی جال سے بالکل آزاد تھا۔ اور احتیاج کے دانہ سے بالکل بے نیاز تھا۔ اچانک قضا کے شکاری نے خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) دانہ محبت کے صحن میں ڈالا۔ اور حسن کا جال اُس پر پھیلایا۔

خط و خال و چشم و ابرو ہر ہمہ یکجا شدند　　　از برائے کشتنِ ما سعی و جد بیجا کنند

(خد و خال اور چشم اور ابرو سب اکٹھے ہوکر　　　ہمارے مارنے کے لئے بیفائدہ کوشش کرتے ہیں)

جب اس کی نظر اس دانے اور جال پر پڑی تو بے طاقت اور بے آرام ہو گیا۔ گو وہ زلف کے جال کی زنجیروں کی قید سے واقف تھا۔ لیکن یار کے کرشمہ نے اسے ایسا بے قرار بنا دیا کہ یکایک وہ آزاد اس قید میں خوشی سے آیا اور غلامی کا حلقہ کانوں میں پہن لیا۔ اور کہا +

ہر بندہ کہ آزاد شود شاد شود — من شاد ازانم کہ شدم بندۂ تو

جو غلام آزاد ہوتا ہے وہ خوش ہوتا ہے۔ لیکن میں اس واسطے خوش ہوں کہ میں تیرا غلام بن گیا ہوں +

افسوس افسوس۔ دونوں جہان کے قرآن میں صفات اور عین ذات کا قصہ ظاہر ہے اور ہر ایک ورق میں نور کے کلمہ کا ظہور ہے۔ اور حضوری حاضر پوشیدہ نہیں۔ اور پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلے ایک اور ہی شرف حاصل ہوتا ہے۔ اور اس تلاوت کی قدر وہ شخص جانتا ہے جو اس کا واصل ہے۔ اور ایسے ہی کو اہل اللہ کے قرآن کا عامل کہہ سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سب سے افضل عبادت قرآن کی تلاوت ہے۔ اور وہ یہ ہے +

در ہمہ جا از ہمہ رو روئے تو جلوہ گری ست — مصحف روئے ترا از ہمہ رو میخوانم

ہر جگہ سب میں تیرا چہرہ ہی جلوہ گر ہے۔ سب میں سے تیرے چہرے کے قرآن کو پڑھتا ہوں

افسوس افسوس۔ بیچارے عاشق کا دل ہر دم اَرِنِیْ کے نیاز کے نالہ میں ہے۔ اور بے نیاز محبوب ہمیشہ لَنْ تَرَانِیْ کے ناز میں ہے۔ ہاں عشق کی آگ کو امید کی ہوا سے بھڑکایا ہوا ہے۔ اور عاشق کے وجود کو نامرادی کے نیاز سے جلایا ہوا ہے +

افسوس افسوس۔ کھیلنے والا ہونا چاہیئے۔ اس کی آرزو میں جانباز کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہونا چاہیئے۔ کہ ہر دم اَرِنِیْ کا نالہ اس کی جان سے نکلے اور لَنْ تَرَانِیْ کی ناامیدی کی تلوار اپنے سر پر کھائے اور پھر فلما تجلیٰ ربہ (پس جب تجلے کی اس کے پروردگار نے) کا خون اپنے خود پر گرائے +

ارنی ولن ترانی ناز و نیاز باشد — ایں ہر دو پیش عاشق دریائے راز باشد

ارنی اور لن ترانی ناز و نیاز ہوتا ہے — یہ دونو عاشق کے نزدیک راز کا دریا ہے

افسوس افسوس یہ تعجب نہیں کہ گدا اگر بادشاہ کی طرف رغبت کرے لیکن یہ تعجب کی بات ہے۔ کہ بادشاہ گدا اگر کی طرف مایل ہو۔ وہ دونوں جہانوں کا بادشاہ قاب قوسین کا صدر نشین محض کرم سے کیا لطف فرماتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ (اے اللہ تعالےٰ مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں جان لے لے اور مسکینوں کے زمرہ میں ہی میرا حشر کر) اے خداوند تعالےٰ وہ کون مسکین ہیں۔ کہ جن کی صحبت کی تمنا تیرا حبیب کرتا ہے۔ ان مسکینوں سے مراد وہ خدا کے ہمنشین ہیں جو فقیری کے درجہ سے غیب کے درجہ کو پہنچ گئے ہیں۔ اور چونکہ غیب کے درجہ کو پہنچ گئے ہیں۔ اس لئے غیب معلوم ہوتے ہیں۔ اور جب غیب اٹھ جاتا ہے تو پھر مسکینوں کے زمرہ میں مل جاتا ہے۔ لیکن مسکین کو زمین کی طرح ہونا چاہیئے۔ تاکہ فقر کی لیاقت یعنی الفقر اذا تم فھو اللہ (فقر جب ختم ہوتا ہے پس وہ اللہ ہے) اس کے مناسب ہو۔ اور امت میں سے مسکین وہ ہیں جو وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ (وہ اکیلا ہے کوئی اُس کا شریک نہیں) کو خلوت خانہ میں معشوق کے خیال میں غائب ہیں۔ مسکنت کا رتبہ زمین کو حاصل تھا۔ اسی وجہ سے پاک نور کی صحبت کی ہمنشین بنی۔ عرش۔ کرسی۔ لوح۔ قلم اور آسمان پر اس ضعیف خاک کو کیوں امتیاز نہ ہو۔ جبکہ اللہ تعالےٰ اس کے سے اپنا خلیفہ بناتا ہے۔ اور فرماتا ہے ھٰذا سرٌ عظیم (یہ بڑا بھید ہے) اسی واسطے صالح صدیق۔ عالم اور عابد لوگ مسکینوں کی صحبت کی آرزو کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے چاہتے ہیں۔ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا اور یہ نہ کہا احینی ویا اللھم احینی عابداً صالحاً ویا اللھم احینی صدیقاً (اے خداوند تعالےٰ مجھے عابد یا صالح کی حالت میں زندہ کر یا اے خداوند تعالےٰ مجھے صدیق کی حالت میں زندہ رکھ) کیونکہ یہ دعوےٰ ہے اور دعوےٰ پردہ ہے۔ اور مسکنت کا مقام لا دعوےٰ ہے۔ چنانچہ خاک مسکنت کے مقام میں تھی۔ اس کا کوئی دعوےٰ نہ تھا۔

جب تک خاک کی طرح نہ ہو جائے اُسے مسکین نہیں کہا جا سکتا۔ اور خاک کو آرام اور تکلیف اور آرزو اور قبول اور عزت و خواری کی پرواہ نہیں۔ اور مسکینی مسکین میں آرام پکڑتی ہے۔ کیونکہ وہاں کسی قسم کا خدشہ نہیں ہوتا۔ بے پرواہ کی ذات جمع الجمع کے مقام میں ہے۔ اور کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہانتک کہ الفقر لایحتاج باالله تعالیٰ (فقر اللہ تعالےٰ کا بھی محتاج نہیں ہوتا) ہاں ضعیف کی احتیاج موجود ہے۔ اور جو نیستی کے بحر میں غائب ہو گیا ہے۔ اسے کس کی احتیاج ہے۔ پس مسکینوں کا گروہ غائب ہے جن کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اگرچہ الولی یعرف الولی (ولی کو ولی پہچانتا ہے) درست ہے۔ لیکن وہ مسکنت کے مقام میں ہیں۔ اور مسکین کو مسکین کے سوا اور کچھ نہیں چاہیئے۔ مسکینوں میں ایک حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات تھی۔ جن کو حق تعالےٰ نے مسکینوں کے حال سے واقف کر دیا تھا۔ اور مسکنت کے بھید کو ان پر ظاہر کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ اکثر مرتبہ اپنے پروردگار سے بھی التجا کرتے تھے۔ کہ اَللّٰھُمَّ احینی مسکینا و امتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین (اے میرے پروردگار مجھے زندگی میں بھی مسکین ہی رکھ اور مرتی دفعہ بھی مسکین کر کے مار اور قیامت کے روز جب اُٹھائے تو مجھے مسکینوں کے زمرہ میں اُٹھانا) حضرت کی حقیقت بھی مسکین ہی تھی۔ اسی واسطے اپنی اُمت کے مسکینوں کو چاہتے تھے ٭

افسوس افسوس۔ میری آنکھیں ان آنکھوں پر قربان ہوں جو دلبر کو دیکھتی ہیں۔ اور وہ آنکھیں بہت ہی عمدہ ہیں جو دلدار کی خریدار ہیں۔ اور اس کے سوا کچھ دکھلائی نہیں دیتا۔ لیکن یہ مشتاق عین دیدار ہیں جو بے قرار ہیں۔ اور تڑپ رہے ہیں۔ اس کا سبب کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے حسن کی بے نہایتی کے سبب مست ہیں۔ اور اُن کی بے قراری محبت کے غلبہ کی وجہ سے ہے۔ گو وہ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (جس طرف تم رُخ کرو پس اُسی طرف اللہ کا چہرہ ہے) کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ لیکن اشتیاق کی کثرت کے سبب انہیں سیرابی ممکن نہیں ٭

رشکم آید کہ کسے سیر نگہ در تو کند　　　باز گویم کہ کسے سیر نخواہد بودن
(مجھے اس بات سے رشک آتا ہے کہ کوئی سیر ہو کر تیری طرف دیکھے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ کوئی سیر نہیں ہوگا) +

جو تیرا یار ہے وہ بہت ہی عجیب یار ہے کہ تو ایک ہی کرشمے سے لاکھوں غیروں کو یاری کے حلقہ میں لاتا ہے۔ اے اللہ تعالےٰ تو جو خزانہ بخشنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ پس اتنی دیر کس واسطے ہے۔ اور اے اللہ تعالےٰ تو گرے ہوؤں کو سنبھالنے والا اور ہاتھ سے گئے ہوؤں کی مدد کرنے والا اور ان کی فریاد سننے والا ہے۔ اور اے اللہ تعالےٰ مشتاقوں کے دل تیرے تیر کا نشانہ ہیں۔ اپنے درد کا تیر اُن کی جان کے نشانہ پر مار اور دل دوز خدنگ سے محروم نہ رکھ۔ اور اے اللہ تعالےٰ تیری کشش کے محبوں کے قد کمان ہو گئے ہیں۔ مہربانی کا تیر غائت کے حلقہ میں پھینک۔ اور اے وہ کہ تو فراق کے جنگل کے پیاسوں کو بقا کے لبوں سے شفا بخش اور ہر امید کو وصل کی خوشخبری بھیج +

افسوس افسوس۔ اے وہ کہ تو میرے پردہ میں ساز رکھتا ہے اور ان تیرے سازوں سے کیسے شور برپا ہیں۔ اور پھر ہمارے سوز و گداز سے تیرے کیا راز ہیں۔ اے اللہ تعالےٰ پے در پے اپنے غموں سے غم کے قافلے میری جان پر لا تاکہ میں خوش ہو کر جاؤں۔ اور غم کا پہاڑ میرے سر پر رکھ تاکہ میں برباد نہ جاؤں۔ اور اے اللہ تعالےٰ محبت کا تیر مجھے ایسا مار کہ ابد تک سینے ہی میں رہے۔ اور اے وہ کہ تیرے تیر کے ظلم سے بیتاب ہوں۔ اور تیرے آبدار لعل سے میں بے آب ہوں۔ اور تیرے خرابوں کی خرابی سے میں خراب ہوں۔ اور شوق کی آگ میں ہر دم کباب ہوں۔ افسوس میرے خیالات کیسے خیالات ہیں جو تو نے بنائے ہیں۔ اور جو خیال کہ خیال سے خالی ہے۔ اور تیرا کوئی خیال بھی خیال سے خالی نہیں۔ بلکہ ہر خیال میں جان ہے اور یہ عالم خیال تیرے خیالوں سے خیالی ہے۔ کوئی عجب نہیں کہ تو کس خیال سے اس خراب جان والے کو بخشش دے۔ اور اس کو اس کی خودیوں کی مزاحمت سے اپنی خودی کی طرف کھینچ لے۔ اور اپنے آپ میں بے خود بنا دے اور پھر اس اپنی

خودی سے اپنے ساتھ ملا لے۔ یا تو اپنے آپ سے خود ہی ہو جائے۔ بحسنہ و کمال کرمہ (اپنی کمال مہربانی اور احسان سے) اے گلزار وحدت کے پھول۔ اور اے دوستی کے باغ کے غنچے۔ اور اے وصل کے مشتاق بلبل اور بند دروازے کی کنجی۔ اور دونوں جہان کی سیپی کے ان بندھ موتی۔ اور اے پھول کھلے باغ کے سرو۔ اور اے کہ تیری شکر کا شکر خستہ دلوں میں شور کر رہا ہے اور اے کہ تو نے زخمی جانوں پر نمک چھڑکا ہوا ہے۔ اور اے زندہ سبحان اور اے بے نشان قاف کی عقاب اور اے دل کے پہچاننے والے اور جان کے دینے والے جب سے تیری محبت کے سانپ نے میرے دل کو ڈسا ہے۔ جان سے ہوش وحواس لے گیا ہے۔ اور اس کا زہر ہر عضو کو ایسا جوش میں لایا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس کی مستی کے سبب میں کیا کہتا ہوں اور کیا سنتا ہوں اور قاتل کی لہریں ہر دم متواتر پہنچتی ہیں۔ اور مجھے درہم برہم کرتی ہیں۔ اور پے درپے اس طرح کھینچتی ہیں کہ ہمارے پانوں نکلے جاتے ہیں۔ اے صاحب تجھے معلوم ہے۔ کوئی افسوں کام ہیں لا +

خوش باش حافظ از جور یار نالہ مکن ۔۔۔ نزا کہ گفتہ کہ در روئے یار حیراں باش

(اے حافظ تو یار کے ظلم کے سبب آہ وزاری نہ کر بلکہ خوش رہو۔ تجھ کو کس نے کہا ہے کہ یار کے روبرو حیران ہو+

یار کے روبرو حیران ہونا ہمیشہ کی دلجمعی ہے۔ میرے نقش ونگار کی آیت میں جو کچھ تو دیکھتا ہے وہ محض پریشانی ہے۔ اور جو کچھ دوست کے سوا تو نے مجھے وہ عین نادانی ہے۔ اور وہ دم جو بغیر یار کے آئے وہ ہزار پشیمانی ہے۔ البتہ وہ ع

اسیر زلف دلدار است از کون و مکاں فارغ

(جو دلدار کی زلف کا اسیر ہے وہ کون و مکان سے فارغ ہے)

وہ غیر کے تفرقہ سے خالی ہیں۔ اور جو ان کی جان پر نازل ہوتا ہے وہ اسے معشوق کی طرف سے خیال کرتے ہیں۔ اور اس میں اپنی محض بھلائی تصور کرتے ہیں۔ اگر مصیبت کا مینہ ان کے سر پر برسایا جائے تو بھی وہ پیچھے نہیں ہٹتے۔

بلکہ ھل من مزید (کیا کچھ اور بھی ہے) کا نعرہ مارتے ہیں - اور مستی اور مدہوشی کی شدت کی وجہ سے اس کو شہد اور شراب خیال کرتے ہیں - اس واسطے کہ یار کے لب شہد ہیں اور اس کی محبت شربت ہے - پس اس شہد کے پیالہ سے جو کہ زہر قاتل ہے اس سے اپنے قتل کا حق نہ مانگ کیونکہ یہ مناسب نہیں ✦

پردہ زیں خانۂ گردوں بدر ونان مطلب　　کیں سیہ کاسہ کہ آخر بکشد مہماں را

آسمان کے گھر کا پردہ پھاڑ اور روٹی نہ مانگ - کیونکہ یہ سیہ پیالہ آخر کار مہمان کو مار ڈالتا ہے ✦

یار کی جمعیت کو چھوڑ کر اس بوڑھی مکارہ کے تفرقہ میں کیوں مشغول ہو جاؤں - جب دل کی آنکھیں قضا و قدر پر رکھتا ہوں تو اس بڑھیا کے مکر کے پیالہ کو سبب کیوں گردانوں - اس واسطے کہ میں اُسکے شکر بار لعل پر آنکھ رکھتا ہوں - اے میری جان اس عاجز خاک کو جو کہ ہزار آلودگی سے آلودہ ہے - کیا مجال ہے کہ تیری محبت کا دم مارے - لیکن چونکہ تیری مہربانی نے اسے گستاخ کر دیا ہے - اور خوف اور مہربانی اس کے دل سے نکال دی ہے - ہاں اس وقت سے جبکہ یحبہم ویحبونہٗ (وہ انہیں محبت کرتا ہے اور وہ اسے محبت کرتے ہیں) کا طوق اس کی گردن میں ڈالا ہے - اور ان المشتاق الی المس برین (میں بیٹھ پھیرنے والوں کا مشتاق ہوں) کے اشتیاق کی کمند سے اپنی طرف کھینچا ہے - اور انت عبدی (تو میرا بندہ ہے) کے پیالہ کے عاشق ہیں جن کی ہوش کھودی ہے - وہ مجبوراً پروانہ کی طرح اُسکے جمال کی شمع پر فدا ہیں - اور یہ اُس سے نہیں بلکہ کل شیئٍ یرجع الی اصلہ (ہر ایک شے اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے) کی وجہ سے ہے - اے میری جان جو تیرے عشق کی آگ میں جا گیا ہے وہ ازل ہی سے پکا ہوا ہے اور جو تیری محبت کے پانی سے سیراب ہے - وہ ابد تک پیاسہ ہے - اور جو تیرے پاؤں کے تلووں کی آرزوؤں میں گرا ہوا ہے وہ خاک میں ہے - مگر اُس کے قدم ساتوں آسمانوں کی چوٹی پر ہیں - اے بے کنارہ سمندر کے موتی اور اے بانشان نشان اور اے علم قدیم کے معلوم اور اے بادشاہ مطلق کی ہمنشین

اور اے بحرِ کریم کے غوطہ خور اور اے کہ تیرے حسن کا نور نعمت ہے۔ اور اے تیرے شوق کے شرارہ سے دوزخ کی شدت ہے۔ اور اے کہ اسلام کی روشنی تیرے چہرے سے ہے۔ اور اے کہ کفر کی شام کا اندھیرا تیرے بالوں سے ہے۔ اور اے کہ سب تیرے چہرے کے ڈھونڈنے والے ہیں۔

افسوس افسوس ۔ جبکہ حقیقت محمدی کا چاند آدم کے آسمان مغرب میں ظاہر ہوا اور دکھائی دیا۔ اس وقت فرشتے سربسجود ہو گئے۔ اور جس نے اس کے ظہور میں سجدہ نہ کیا۔ وہ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ (تحقیق تجھ پر انصاف کے دن تک میری لعنت ہے) کا داغ لے گیا۔ اور وہی حقیقت محمدی کا ہلال کہ جس کا پودا باغ صدور میں نقطہ نبوت سے نمودار ہوا۔ ہر چیز میں الگ ہی نور پیدا کرتا ہے۔ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی) کا کنایہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے۔ پھر وہ روز بروز بڑھتا گیا۔ اور ہوتے ہوتے وہ عبداللہ کے آسمان مشرق میں آیا۔ اور بغیر نقصان اور زوال کے کامل اور پورا چاند ظاہر ہوا۔ اور آسمانی چاند نے اس زیبائش پر اپنے آپ کو قربان کیا۔ دوستوں نے جب اسے دیکھا۔ تو خدا رسیدہ ہو گئے۔ اور دشمن ایسے عمدہ موقع پر بھی دل کے مقصود کو نہ پہنچے۔ اس واسطے کہ وہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ (اللہ تعالٰے نے ان کے دلوں۔ کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی) کے مصداق تھے۔ چونکہ ان کی بینائی اس نور کے قابل نہ تھی۔ اس واسطے وہ فراق میں پڑے رہے۔ پس یہاں تک تو اس نور کا طلوع اور عروج تھا۔ جو ہلال سے لیکر بدر تک نمایاں ہوا۔ اس کے بعد غروب ہونے کا زوال ہے۔ یعنی روز بروز اس کا حق چھوٹا ہوتا جاتا ہے اسی وجہ سے ہے کہ جب آہستہ آہستہ غروب کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مطلق درمیان نہیں رہتا۔ اور محمدی قمر بیں ختم ہو جاتا ہے تو قیامت آجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو گا قیامت نہیں آئے گی۔ اور اللہ کہنے والا سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور محمدیوں کے اور کوئی نہیں۔ وما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین (اور ہم نے نہیں بھیجا تجھے مگر اہل جہان کے لئے رحمت) سبحان اللہ کیا رحمت ہے۔ گویا وہ عین رحیم ہو کر آیا۔ اور کیا عمدہ رحمت ہے کہ سب پر بخشش بن کر آیا۔ اور کیا عمدہ بخشش ہے کہ اس کی بخشش کی کمند کے حلقہ سے کوئی بھی باہر نہیں رہا۔ اے میری جان حضرت کا ظہور رحمت مطلق کا نازل ہونا ہے۔ پس جس مقام پر رحمت مطلق نزول فرمائے وہاں پر قہر کا اثر نہیں ہونا چاہیے۔ پس اس سبب سے حبیب خدا کے زمانہ میں جو کہ رب جلیل کی رحمت مطلق ہے سب نعمت والے ہونے چاہئیں۔ جب سے یہ رحیم کی رحمت جہان پر نازل ہوئی ہے۔ اس رحمت کی طفیل گنہگاروں کے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ اور تابعداروں کو اپنی بارگاہ کا مقبول بنایا ہے۔ اور گمراہوں کو سیدھی راہ دکھائی ہے۔ اور شرک اور کفر کے پردوں کی تاریکی عدم کی طرف چلی گئی ہے۔ البتہ جب جمال محمدی کی شمع روشن ہوئی ۔

رباعی

بلغ العلےٰ بکمالہ　　کشف الدجیٰ بجمالہ　　حسنت جمیع خصالہ　　صلوا علیہ وآلہ

اپنے کمال سے بلندی کو پہنچا۔ اس کے جمال سے اندھیرا دور ہوا۔ اس کی تمام خصلتیں نیک ہیں۔ اُس پر اور اُس کی آل پر درود ہو ۔

وہ مصطفوی شمع ہر وقت جہان میں موجود ہے۔ تاکہ سب اس کی روشنی میں راہ پر چلیں۔ اور جہان اسلام کے نور سے روشن ہوتا ہے۔ اور وہ شہود ان حدود میں ح س ن کے لباس میں موجود ہے۔ اے اللہ تعالےٰ میں تکلف نہیں کرتا۔ بلکہ جب میں آنکھ سے دیکھتا ہوں پھر کہتا ہوں۔ ہر زمانہ اور ہر عہد میں نشانہ لگانے والے اس کے قایم مقام ہوئے ہیں اور ہونگے۔ جب یہ جمال نبوی کی شمع اس جمعیت سے اٹھالی جائے گی۔ قیامت آجائے گی۔ ہاں جب تیرے جیسا بادشاہ درمیان نہ ہو۔ تو درمیان نہ ہوگا اور یہ کس کام آئیں گے ۔

تو اصل وجود آمدی از نخست　　دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

تو پہلے ہی سے وجود کی اصل ہے — اور جو کچھ موجود ہوا وہ تیری شاخ ہے
ہاں وجود کی اصل حضرت کا وجود ہے اور جو کچھ ہے وہ اس کی شاخ ہے
پس کوئی شاخ بھی اصل سے جدا نہیں۔ بلکہ اصل کی طرف کھینچی ہوئی ہے۔ اور شاخیں ہمراہ ہی چاہئیں۔ یہاں مشکل معلوم ہوتا ہے کہ مومن کیوں بہشت میں داخل ہوں اور کافر کیوں دوزخ میں +

درصومعۂ زاہد و در خلوتِ حافظ — جز گوشۂ ابروئے محرابِ دعا نیست
(زاہد کی کٹیا اور حافظ کی خلوت میں۔ ابرو کے گوشے کے سوا اور کوئی دعا کا محراب نہیں

جب سے میں نے اپنے سر کی گیند تیری زلف کے بلّے کے سپرد کی ہے
میں نے اپنے آپ کو اپنے اختیار سے باہر کر دیا ہے اب تو یہ میری سرگردانی
جانتا ہے۔ کہ کیسی پریشانی ہے۔ اے میری جان اب بہت پھینکنے کو بند کر
یعنی محض عنایت سے زلف کے بلّے کو اپنے چہرے کے میدان کی طرف کھینچ
اور میرے سر کی گیند کو چال کے کنارے تک پہنچا (یعنی میرا مقصود مجھے عنایت کر) +

افسوس افسوس۔ بقا صفائی میں ہے اور فنا کدورت میں۔ اور تنہائی خدا سے ہے اور دوستی خضر سے۔ بقا کا صفا میں ہونے سے یہ مطلب ہے کہ جس جگہ صفائی ہے۔ وہاں پر نہ دین نہ دنیا نہ امید نہ خوف اور نہ عزرائیل نہ موت سوائے ذات حق کے ذوق کے وہاں کچھ بھی نہیں۔ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (کوئی معبود نہیں مگر وہ اور وہ عرش عظیم کا پروردگار ہے۔) عرش عظیم سے مراد دل ہے۔ اور دل سے مراد علم قدیم ہے۔ اور علم قدیم سے مراد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ہے۔ اور فنا در کدورت سے یہ مطلب ہے۔ کہ جس جگہ سب ہے اس جگہ کیا ہے۔ یعنی کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (ہر ایک جان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے) تنہائی با خدا سے یہ مراد ہے۔ کہ اس کے سوا اور کچھ نہ چاہے۔ یعنی اپنے آپ کو خدا میں فراموش کر دے۔ تاکہ اَلسَّلَامَةُ فِی الْوَحْدَةِ (سلامتی اکیلے پن میں ہے) کا بھید سمجھ میں آئے۔ نہیں تو تفرقہ میں اَلْآفَاتُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ (دو ہونے میں مصیبتیں ہیں) ہمیشہ حیران رہتا ہے۔ خضر سے دوستی کا یہ مطلب ہے۔ کہ جس کے پاس بیٹھے اس کو عین خضر ہی خیال کرے۔ یعنی

ظھور (بالمومنین خیراً مومنوں کو نیک خیال سے مل) اسے کہ ظھور کے ہر پردہ میں نظر مقصود پر رکھتا ہے۔ تاکہ دلوں کا مقبول بن جائے۔ اور جو دلوں کا مقبول ہے۔ وہ خدا کا مقبول ہے +

مرد باید تا بباشد سر شناس　　گرچہ بیند شاہ را در صد لباس

(مرد کو چاہئے کہ سر کو پہچانے　　اگرچہ بادشاہ کو سو لباس میں دیکھے

دوسرا یہ کہ طالب کا رفیق محبت ہے۔ اور محبت کی ہمراہی بغیر عشق کی راہ میں قدم نہیں رکھ سکتے۔ اس سبب سے کہ الرفیق ثم الطریق (پہلے رفیق اور پھر راستہ) پس ضروری ہے۔ کہ ہر حال میں تسلیم کو محبت کا رفیق بنائے۔ تاکہ اَلْفِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ (میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے) درمیان نہ آئے +

اگر یاری از خویشتن دم مزن　　کہ شرک است با یار و با خویشتن

اگر تو یار ہے تو اپنے آپ کا دم نہ مار۔ کیونکہ یہ شرک ہے کہ یار کے ہمراہ بھی ہوا اور اپنا خیال بھی رکھے +

اگرچہ زندگی بقا میں ہے۔ لیکن موافق کو۔ اور اگرچہ سوز ساز میں ہے۔ لیکن واقف کو۔ اور اگرچہ نار میں نور ہے لیکن عاشق کو حاصل ہے +

افسوس افسوس۔ اے نازنینوں کے ناز اور اے میری جان کو پالنے والے اور اے جہان کی تاریکی میں آب حیات تو ہی میرا بادشاہ اور سردار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو کوئی تیرا چہرہ دیکھتا ہے وہ خضر کیساتھ بیٹھتا ہے۔ اے میری جان آنکھوں کی روشنی اس رخ روشن کی شعاعوں سے روشن ہے۔ ورنہ اس سیاہ سے اِس رخسار کو جو کہ مشتاقوں کا گلزار ہے۔ کب دیکھ سکتے ہیں۔ اور جو عجیب روشنی جس نے سیاہی میں مقام کیا ہوا ہے۔ وہ کون ہے جو اس تاریکی میں روشنی کو پہچان سکے۔ اے میری جان اگرچہ ہر جسم میں آب حیات کا چشمہ موجود ہے۔ لیکن اس تک پہنچانے کے لئے خضر کا ہونا ضروری ہے جو اس چشمہ سے قطرہ عنایت کرے۔ تاکہ عَلَّمَ الْاَسْمَآءَ (سکھائے اس نے نام) سے کچھ حصہ مل جائے۔ اور جو لوگ اس شراب کے پینے میں مشغول ہیں

وہ ہر وقت محبت کے پیالہ میں مالامال ہو کر پیتے ہیں - اور جس کی طرف نگاہ کرتے ہیں - اپنا حصہ اس سے لے لیتے ہیں - بلکہ ساقی - شراب اور معشوق ایک ہی گھر میں موجود ہیں +

تا چشم بستہ ام از اغیار ۔ درخوبی خویش مبتلا ہم شاہد

جب سے میں نے غیروں سے آنکھ بند کر لی - اے شاہد تب سے میں اپنی خوبی کا مبتلا بنا ہوں +

ہویت کے خلوت خانۂ غیب، کا شاہد کئی سالوں تک وصل کے بحر میں غرق تھا - اچانک ذوق کے واسطے فراق کے بارے میں گفتگو ہوئی تو بڑے شوق سے محبت کے میدان میں نعرہ مارتا ہوا بجلی کی طرح آن موجود ہوا - اور محض نابودگی ہونے سے کچھ فائدہ نہ تھا - یعنی وَمَا خلقت الجن والانس الا لیعبدون ای لیعرفون (اور میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس واسطے کہ وہ عبادت کریں یعنی پہچانیں مجھے) +

زبہر دیدنِ روئے تو آمدم بوجود ۔ وگرنہ آمدنم از عدم برائے چہ بود

(میں تیرے چہرے کو دیکھنے کے واسطے پیدا ہوا تھا - ورنہ عدم سے میرا آنا کس واسطے تھا)

اور جو کچھ کُن کی تحت میں ہے - وہ فانی کس طرح ہو سکتا ہے - جبکہ اس نے باقی سے بقا حاصل کی ہے - چونکہ علم قدیم میں معلوم ہمیشہ ہم صحبت تھا - اس لئے جو کچھ ظاہر کیا وہ بے معلوم نہ تھا - اور نہ ہے اور نہ ہو گا - پس وہ کس طرح معدوم ہو سکتا ہے - اور کل شیئ ھالک الا وجہہ (ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اس کا چہرہ) سے مراد ماسوائے اللہ کا نفس ہے - کہ غیر حق سوائے حق کے اور کچھ نہیں +

چوں جمالش صد ہزاراں روئے داشت ۔ کرد در ہر ذرہ دیدار دگر

چونکہ اس کے جمال لاکھوں ہی تھے ۔ اس لئے ہر ذرہ میں نیا ہی دیدار کیا

وَمَا مِن غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتاب مبین (اور زمین اور آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ میں لکھی ہوئی نہ ہو) اور لوح محفوظ

سے مراد دل ہے۔ اور دل خدا کا مقام ہے۔ یعنی قلب المومن عرش اللہ تعالےٰ (مومن کا دل اللہ تعالےٰ کا عرش ہے) پس جس مقام پر خدا ہو وہاں سب کچھ ہے۔ اور آسمان اور زمین سے مراد ظاہر اور باطن ہے یعنی وہی ہے اور اسی کا ظہور ہے۔ وھو اللہ فی السمٰوٰت والارض (اور زمین اور آسمان میں وہی اللہ ہے) پس دل سے مراد علم قدیم ہے اور علم قدیم سے مراد معلوم ہے۔ اور معلوم سے مراد عالم ہے۔ یعنی عالم کے سوا علم میں عالم معلوم نہ تھا۔ ھو الاول ھو الاخر ھو الظاھر ھو الباطن (وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن) یعنی علم قدیم میں خود تھا۔ پس اس میں شک نہیں کہ خدا علم میں ہے۔ یعنی دل میں۔ اور وہ جو کہتے ہیں العلم نقطہ (علم ایک نقطہ ہے) یہاں نقطہ سے مراد حقیقت محمدی ہے۔ اور حقیقت محمدی سے مراد وحدت ہے اور وحدت سے مراد دل ہے۔ دل کا دل پر پہنچنا مشکل ہے۔ کیونکہ ہر ایک ضرور اپنی طرف پہنچتا ہے۔ لیکن اس کا انجام کسی کو معلوم نہیں۔ اس واسطے کہ دل علم الہی کا نسخہ ہے۔ اور دونوں جہان اس نسخہ کے حرف ہیں۔ اور دل بے نشان دریا ہے۔ اور جو ماہیت مخفی سب دل میں موجود ہے۔ اور جو مشکلات تھیں وہ سب دل میں حل کی ہوئی ہیں۔ اور جو بھید کہ رکھتا تھا سب دل میں رکھ دیئے۔ دل ایک ایسا سمندر ہے۔ جس کی تھاہ نہیں اور ہر ایک غوطہ خور نے اپنے حوصلہ کے موافق اس میں غوطہ لگایا ہے۔ اور غوطہ خور کی عقل کا اندازہ کیا ہے۔ لیکن ماعرفناک کے موتی کے سوا اس کے ہاتھ کچھ نہیں لگا۔ ہاں جبکہ سمندر کی کوئی تھاہ نہیں تو اس تک پہنچنا بھی لایق نہیں۔ اسی واسطے رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنے معبود کی بارگاہ میں یہی التماس کرتے۔ کہ رب زدنی علما (اے پروردگار میرے علم کو زیادہ کر) قاب قوسین او ادنیٰ سے مراد دل ہے۔ یعنی ذات اور صفات کا درمیانی مقصود یہی دل ہے اور اسی سبب سے ہے کہ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (پس داخل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میرے بہشت میں) یعنی میرے بندوں کے دلوں میں آؤ۔ تاکہ تم

میرے بہشت میں آؤ یہی وجہ ہے۔ کہ ع

آمد از خوار وے را اگر چہ خوار بود

پس عزیزوں کا عزیز اس خواری میں ہے

اے کہ معنوں کا آفتاب تیرے اوج کے برج میں ظہور رکھتا ہے۔ تیرے چہرے کی روشنی سے پر نور ہے۔ اور اے تیری یاد سے دل کا شہر آباد ہے۔ اور اے معبود کی کھیتی کے سبزہ اور جو کچھ بے شہود تھا وہ تیرے عشق کے سبب وجود میں آیا۔ اور اے کہ تیرا وجود ہر موجود کا مقصود ہے اور اے کہ تیری یاد سے دل اور جان صفائی رکھتا ہے۔ اور اے کہ تیرا چہرہ عشق کی بیماری کے لئے شفا ہے۔ اور اس کو ہمیشہ بقا ہے ۔ جو مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سر رکھتا ہے۔ اور اے وہ کہ تیرے پر تو سے سب جوش میں ہیں۔ اور تیری بات سے خروش میں ہیں۔ اور اے کہ تیرے جام سے مدہوش ہیں اور تیری ہیئت سے خاموش ہیں +

من روئے ترا قبلۂ جاں ساختہ ام ۔ بر طمع غمت ہر دو جہاں باختہ ام

میں نے تیرے چہرے کو جان کا قبلہ بنایا ہے۔ اور تیرے غم کی طمع پر دونوں جہان ہار دیئے ہیں +

اے میری جان۔ میری جان کا پرندہ تیری محبت کے پانی کا عادی ہو گیا ہے۔ وہ سوراخ نہ بند کر کے اسے یہ حسرت نہ دلا اور میری روح کا بلبل جو تیرے رخسار کے پھول پر فریفتہ اور مشتاق ہو رہا ہے۔ پردہ درمیان نہ رکھ کیونکہ اس میں اس کی طاقت نہیں۔ اور میرے دل کا پرندہ جو تیری محبت میں پر اور بال مارتا ہے۔ اسے نا امیدی کے تیر سے نہ چھید جب تو نے اسے اپنے جمال کے نزدیک کیا ہے۔ تو جدائی کی آگ سے اسے نہ جلا۔ اے خوبی میں بے نظیر تو خراب شدہ پر ایک اچھی نگاہ ڈال۔ اور اے زینت کے سرمایہ رکھنے والے تو حسن کی زکوٰۃ نکال۔ اور میری مستحق آنکھوں کو دے۔ کہ اس سے زیادہ غریب مستحق جہان میں تجھے کم ملیگا۔ اے دستگیر تو گرے ہوئے کو خاک سے اٹھا۔ ان اللہ علیم بذات الصدور (تحقیق اللہ تعالےٰ دلوں

کی باتوں کا جاننے والا ہے) اے نابود حالات کے جاننے والے اور اے طور کو مقصود عنایت کرنے والے بلکہ آب دور کو ظاہر کرنے والے تو معذور کو بخش۔ البتہ اس راہ پر چلنے والے اور ان باتوں کے کہنے والے کو چاہیئے۔ کہ خاموش رہے اور عقل کا دفتر دھو ڈالے اور دم بخود ہو رہے ✦

افسوس افسوس۔ جبکہ کُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيًّا کے وطن سے نکل کر اور خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ کا لباس پہنکر اور ازل لا ذال کی منزل گاہ سے ظہور کی راہ پر قدم رکھا اور حسن کے ٹھسنے میں لاکھوں سنگار سے ناز کے قدم اُٹھائے تاکہ ابد کے مقصد گاہ میں ٹہلتا ہوا ایں آئے۔ لیکن ہر قدم پر ایک خاص جلوہ اور ہر قدم پر ایک خاص حسن ظاہر کیا۔ اس ٹہلنے کے سبب عاشقوں کے دلوں سے قرار اور آرام لے گیا۔ اور جہان جو کہ فنا اور بقا میں ہے۔ وہ اسی کے ٹہلنے کا سبب ہے ✦

قد و رفتار تو ام صبر و قرار از دل برد　　اللہ اللہ چہ قد است ایں چہ خرام است ترا

(تیرا قد اور تیری رفتار میرے صبر اور قرار کو دل سے لے گئے ہیں۔ اللہ اللہ کیا قد ہے اور یہ تیرا ٹہلنا کیسا ہے) ✦

قد سے مراد ذات ہے۔ یعنی كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور باقی رہیگا تیرے پروردگار کا چہرہ جو کہ صاحب بزرگی اور عزت کا ہے) اور خرام سے مراد صفات ہے۔ یعنی كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ (وہ ہر روز ایک شان میں ہوتا ہے) یعنی اس کے قد کے قیام کے ظہور میں تمام قد ہیں۔ اور اس کے حسن کی رفتار کو دیکھنے سے سب مست ہیں۔ یعنی ہر زمانہ میں ایک الگ ہی شان رکھتا ہے۔ یہ فنا اور بقا وہم ہے۔ یعنی فنا کیا ہوتی ہے۔ اس کے قد کا قیام اسی طرح قائم ہے اور اسکے حسن کا ظہور اسی طرح ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یعنی جو فنا جس قدر تھی اسی قدر ظاہر کی اور جس طرح ظاہر کی وہ ہر زمانہ میں موجود ہے۔ اگر تو نہ سمجھے تو مجھے معذور رکھ ✦

اے جملہ جہاں در رخ جاں بخش تو پیدا　　وا اے روئے تو در آئینۂ کون ہویدا

(اے خدا) تمام جہان تیرے جان بخشنے والے چہرے سے ظاہر ہے۔ اور اے

(اللہ تعالےٰ) تیرا چہرہ جہان کے آئینہ میں ظاہر ہے +

افسوس افسوس۔ معشوق کے پاس غمزہ کے سبب عشق کی دکان ایک ایسا کرشمہ ہے۔ کہ اگر اس میں سے ذرہ بھر بھی جہان والوں پر ظاہر ہو جاوے۔ تو خدا کی قسم ان کی جان بدن سے نکل جاوے۔ کیونکہ کوئی ایسا نہیں جو مجنوں کے دل کے سوا لیلےٰ کی زلف کے شکن کی تاب لا سکے۔ اور عذرا کے رخسار پر ایک خط ہے۔ جس پر وامق کو جان دینے میں کوئی عذر نہیں اور شیریں کی لبوں میں ایسی نمکینی ہے کہ فرہاد کا سینہ اس سے زخمی ہے ۔ عاشقوں کی زبان تلے ایک بات ہے۔ جس سے لب تک بھی واقف نہیں۔ اور تنگ دلوں کے سینہ میں ایک نقش ہے کہ ہمدم کا دم نہیں۔ عاشق اور معشوق کے درمیان ایسی گفتگو ہے جو آنکھ کے گوشے کے سوا معلوم نہیں ہو سکتی۔ معشوق کی جان کی جستجو ایسی ہے جو عزت کے طریقہ کے بغیر دکھلائی نہیں دیتی +

حیراں ازاں شدم کہ نگارم چو ماہِ نو ابرو نمود و جلوہ گری کرد و روئے بست

میں حیران اس بات سے ہوا کہ میرے معشوق نے نئے چاند کی طرح ابرو دکھلائی اور جلوہ گر ہو کر چہرہ چھپا لیا +

ہاں وہ ابرو کی نمائش دل لینے کی وجہ سے تھی۔ اور یہ چہرہ کا چھپا لینا کشادگی کے لئے تھا۔ اس ربودگی سے نابودگی حاصل ہوئی۔ ایسی نابودگی کہ جس نے بودگی تک پہنچا دیا۔ اور اس بستگی سے ایسی شکستگی حاصل ہوئی جو در اصل بستگی کی چابی کی شکستگی ہے۔ اور یہ سب محبت کی زیادتی کا باعث ہے +

دیدار مے نمائی و پرہیز میکنی بازار خویش و آتشِ ما تیز میکنی

تو چہرہ دکھلاتا ہے اور پھر پرہیز کرتا ہے۔ اس سے تو اپنے قدر اور جاری آگ (محبت کی) کو تیز کرتا ہے +

افسوس افسوس۔ جو قلم میں محو ہے وہ خطا اور صواب کے بارے میں بے سمجھ ہے۔ اور وہ ہمیشہ امن اور رحم کے دائرہ میں ہے۔ اگرچہ سب قلم میں محو ہیں لیکن اس کی ناواقفیت کی وجہ سے ہمیشہ رنج و الم میں ہیں۔ اور خود بینی کے

تفرقہ کی وجہ سے ہمیشہ ڈرتے ہیں۔ اے میری جان ازلی صراف نے سب کو ارادت کے ترازو میں تول کر بھیجا ہے۔ کہ اس سے ایک ذرہ بھر بھی کم و بیش نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تھا ویسا ہی ہے۔ اور جیسا ہے ویسا ہی رہیگا۔ اس میں کوئی فرق نہیں۔ اگر قیامت کے روز مجھ سے پوچھے گا۔ کہ تو کیا لایا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ جو کچھ تو نے دیا تھا۔ یعنی امر ربّی (میرے پروردگار کا حکم) یعنی وہی ہے۔ اور جو کچھ وہ ہے اس کا حکم ہے۔ کیونکہ اگرچہ میں نہیں ہوں اور نہیں تھا لیکن جب حکم ہوا کہ ہو جا تو میں ہو گیا +

افسوس افسوس چونکہ قلم لایزال کاتب کے ہاتھ ہے۔ اس سبب سے ہم پر کوئی زوال نہیں۔ اور چونکہ ہم تقدیر کے ورق پر ایک حرف ہیں۔ اس واسطے ہم کوئی تدبیر نہیں رکھتے۔ ہم قضا کے استاد کے شاگرد ہیں۔ ہم خود بخود زبان نہیں کھولتے +

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ہر چہ استاد قضا گفت بگوے گویم
(آئینہ کے پیچھے مجھے طوطی کی طرح رکھا ہوا ہے۔ جو کچھ قضا کا استاد کہتا ہے کہ کہو میں کہتا ہوں) +

ہم ہیں کہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ اور نیست سے کسی طرح کچھ نہیں ہو سکتا اتنا ہیچ کیا ہے اور کون ہے۔ اور کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اے پیچوں کے لپیٹنے والے اور اے حال کی پیچیدگیوں سے واقف میں تیری خاطر ہر دم فال ڈالتا ہوں۔ ان میری مشکلات کو حل کر دے۔ تیری جان کی قسم میں جان میں رو رہا ہوں۔ آ اگر تو چاہتا ہے تو اندر آ جا۔ لیکن پہلے اپنے آپ کا خیال چھوڑ دے۔ اور پھر اندر آ۔ اگر ہمارا سامان رکھتا ہے تو چلا دے۔ اور اگر تو ہماری محبت چاہتا ہے تو اپنے آپ سے موافقت نہ کر۔ اور اگر تو ہمارا حال چاہتا ہے تو قال کو چھوڑ دے۔ اور اگر تو ہمارا قرب چاہتا ہے تو پروانہ کی طرح آگ میں آ۔ نہیں تو مکھی کی طرح دور ہی سے افسوس کے ہاتھ مل۔ اے سب کاموں پر قادر تو میری ہمت کی مکھی کو باز بنا دے۔ اور میری عقل کے مچھولے کو پنجہ میں لا۔ اور اپنی محبت کے لوہے کو میرے دل کے پتھر پر مار

تاکہ عشق کی آگ نکلے۔ اور جو کچھ تیرا غیر ہے اُس کو جلادے۔ اور راکھ کردے۔ اور عین علم کا جوہر پیدا ہو اور حرف غیر پر قلم پھیر دے ؛

منتظراں را بلب آمد نفس   اے ز تو فریاد تو فریاد رس

(انتظار کرنے والوں کی جان لب پر آگئی۔ اے کہ تجھ سے تیرے ہی آگے فریاد ہے تو فریاد رسی کر)۔

افسوس افسوس۔ اگرچہ کسی طرح تجھے حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر صورت میں تیرے سوا تیرے ساتھ موافقت نہیں کر سکتے۔ اور کسی صورت میں بھی تیرے حضور کے بغیر تیرا ظہور ممکن نہیں۔ اور جو کوئی ظاہر میں تیرے معنوں کی جان رکھتا ہے۔ اور کسی قسم کی کدورت درمیان نہیں دیکھتا۔ ہر چند کہ وہ ظاہر میں دور ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ نزدیک ہے۔ جب حقیقت میں نزدیک ہو تو اُسے ظاہر میں دور نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ معنوں کی صورت کا نام ہوتا ہے۔ اور معنے بغیر صورت کے قایم نہیں رہ سکتے ؛

کہ جہاں صورت است و معنے دوست   ور بہ معنے نظر کنی ہمہ اوست

(کہ جہاں صورت ہے اور اس کے معنے دوست ہیں۔ اور اگر معنوں کی طرف غور کرے تو سب کچھ وہی ہے)۔

اے میری جان کلام اللہ کا شروع کلمہ الحمد ہے۔ اور اگر کلمہ احد ہے۔ تو اس کا پہلا حرف الف ہے اور اخیر کا حرف دال ہے۔ الف سے مراد احدیت (ایک ہونا) اور دال سے مراد دائمیت (ہمیشہ ہونا) ہے۔ یعنی صفت میں احدیت اور قائمیت بھی اسی کو ہے۔ اور دوسرے الف سے مراد ازل ہے اور دال سے ابد اور ابد سے مراد احد ہے۔ یعنی جس طرح وحدت سے کثرت میں آتا ہے۔ پھر جب کثرت سے وحدت کی طرف جاتا ہے تو احد ہو جاتا ہے ابد یہ ہے ور معنوں کی رو ازل اور ابد ایک ہی ہے یعنی حقیقی کسان نے ایک بیج بویا۔ اگر اس سے ایک حاصل ہو گیا تو بھی وہی ہے اور اگر ایک سے ہزار ہو گیا تو بھی اس کی اصل ایک ہی ہے۔ پس قرآن مجید کا پہلا کلمہ تین حرف کا ہے۔ یعنی شروع بھی عشق سے ہوتا ہے اور ختم بھی عشق پر ہی ہوتا ہے

ہوالاول ہوالآخر الد اس پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ محمد اور تیس ۳۰ سپارے عشق کی شرح ہیں۔ دس دس ایک ایک حرف سے تعلق رکھتے ہیں۔ تیس ہزار سخن دل سے تعلق رکھتے ہیں اور تیس ہزار سر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ زبان سے تعلق رکھتا ہے وہ شریعت ہے۔ اور جو دل سے تعلق رکھتا ہے وہ طریقت ہے۔ اور جو کچھ سر سے تعلق رکھتا ہے وہ حقیقت ہے۔ اور انسان کا وجود بھی تین حصوں پر منقسم ہے۔ بدن۔ دل اور جان۔ بدن خدمت میں جو کہ شریعت ہے اور دل محبت میں جو کہ طریقت ہے۔ اور جان وصل میں جو کہ حقیقت ہے۔ پس تین خدمتیں ممکن ہیں۔ محبت دلی اور محبت وصل محال ہے۔ پس اصل یہی شریعت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

کسے کو بر شریعت راسخ آید　　طریقت راہ خود برد کشاید

(جو شریعت کا پکا ہوتا ہے　　طریقت اس پر خود بخود اپنا راستہ کھولتی ہے)

اور واجب الوجود اور محبت بھی تین صفتوں جلال۔ جمال اور ذات سے موصوف ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ الایمان بین الخوف والرجاء (خوف اور امید کے درمیان ایمان ہے) خوف سے مراد جلال اور رجا سے مراد جمال۔ اور ایمان سے مراد ذات کی محبت ہے۔ خوف اور امید محبت کا نتیجہ ہے۔ جدائی سے ڈرنا اور وصل کی امید رکھنا۔ ان دونوں کے بغیر محبت درست نہیں ہوتی۔ اور معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ کوئی اس کے بغیر خدا کو نہیں پہنچتا۔ پس یہ دونوں صفتیں محبت کے حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ لیکن محبت کے حاصل ہو جانے کے بعد ان دونوں صفتوں کا وصول بیکار ہو جاتا ہے۔ اس واسطے کہ عطا کے کمال میں فدا ہو جاتا ہے۔ اور جب یہ درمیان سے فدا ہو گیا۔ تو خدا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تھا۔ اور خدا کو نہ خوف ہے نہ امید۔ اس واسطے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کی رضا اور ادب میں رہتا ہے۔ لیکن اگر کمال لطف میں بے رخی نہ کرے تو مقصود سے باز رہتا ہے۔ پس اس مقام پر خوف۔ امید اور ادب محض عطا کی خاطر ہوتا ہے۔ اور اس مقام پر معشوقانہ رمز بے ادبی ہے۔ پس

اس مقام پر کہہ سکتے ہیں - کہ کوئی بے ادب خدا رسیدہ نہیں ہو سکتا - یہی باعث ہے کہ خلقت علیٰ رزلی بطریق الربوبیۃ لا بطریق العبودیت (اللہ تعالیٰ نے مجھے ربوبیت کے طور پر پیدا کیا ہے نہ کہ عبودیت کے طور پر) دوسرا یہ کہ خوف اور امید کے مقام میں دوئی ہے اور دوئی میں شرک ہے - اور شرک میں کفر ہے اور کفر میں ایمان - اس واسطے کہ خوف اور امید موجود ہے - پس خوف اور امید ہوتی ہے - اور عاشق کو نہ خوف ہے اور نہ امید - وہ شخص جو بے ہوش ہے - کس طرح پہچانے - ہاں مرغ کی سی خواب نیسی کے پلنگ پر کے سوا نہیں ہو سکتی - اے میری جان بالکل اپنے آپ کو ہی یاد کرنا بیگانگی ہے - اگرچہ آسمان سب خوف اور اُمید میں ہے - لیکن اس میں عاشق خدا نہیں ہے - یعنی خدا کے سوا کسی کو نہیں جانتا - اور خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا - اور خدا کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا - نہ اپنے آپ کو جانتا ہے - نہ دوسرے کو دیکھتا ہے - یہاں تک کہ الصَّلوٰۃ حجاب العاشقین (نماز عاشقوں کے لئے بمنزلہ پردہ کے ہے) کا بھید اس مقام پر ظاہر ہوتا ہے ✣

تا کہ تو دم میزنی ہمدم نۂ   تا کہ موئے ماندہ محرم نۂ

(جب تک تو دم مارتا ہے تو ہمدم نہیں - اور جب تک بال بھر بھی خودی باقی ہے تو محرم نہیں) ✣

اب میں پہلی بات کو پھر بیان کرتا ہوں - پس اے میری جان کلام اللہ کے جو پہلے بھی تین حرف ہیں اور اخیر کے بھی تین ہی ہیں - اس میں بڑا بھید ہے - جو کہ ٹھیک طور پر لکھا نہیں جا سکتا - مگر وہ شخص پہچانتا جو چکھتا ہے - پس الف سے مراد ازل ہے اور دال سے مراد ابد ہے - اور ازل اور ابد محبت کے میدان میں دو حلقے ہیں یا حدیں ہیں - کہ جن کے اندر شاہ عشق عاشقی اور معشوقی کی صفت میں محبت کے بلّے اور معرفت کی گیند سے کھیلتا ہے - اور گیند بلّے ذوق کے واسطے ظہور کے صحرا میں ایک سے ہزار ہو جاتا ہے - اور جب وہ شہسوار معرفت کی گیند حد تک پہنچا دیتا ہے تو وہ ازل سے ابد کو پہنچ جاتی

ہے اور عدد دور ہو جاتا ہے۔ اور فقط اللہ ہی رہ جاتا ہے پھر قیامت آجاتی ہے۔ اے میری جان ازل شاہ عشق کا سر ہے اور ابد پاؤں۔ جب اس نے چاہا تو دیکھا۔ اور جب دیکھا تو بے سر و پا ہو گیا۔ اور خوبی کی زیادتی سے اسکی جان میں خرابی پڑ گئی۔ اور یہ ساتوں آسمان جو گردش میں ہیں۔ یہ سب شاہ عشق کے جوش کا نتیجہ ہے۔ ظاہر ہونا اور چھپ جانا۔ سونا اور جاگنا۔ مرنا اور جینا انہیں دو صفتوں کا نتیجہ ہے۔ قیامت اس کی خواب کا نشان ہے۔ اور جہان کا ظہور اس کی بیداری کا اثر ہے۔ اور خواب اور بیداری سے مراد صحو اور سکر ہے۔ یعنی شاہِ عشق کبھی سکر میں ہوتا ہے اور کبھی صحو میں۔ بقا صحو کا نشان ہے۔ اور فنا سکر کا نتیجہ۔ یہی وجہ ہے ✤

گر بگویم شرح حالِ خویش را ۔۔۔ ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

(اگر میں اپنے حال کی شرح بیان کر دوں ۔۔۔ تو میں سبزے کی طرح کئی دفعہ اُگا ہوں)

اے دل تو کثرت کے تفرقہ سے الگ ہو جا۔ اور اس تنہائی کو عین وحدت خیال کر۔ اس واسطے کہ جب احدیت نے بنیوں سے وحدت کے دانہ کو باہر نکال کر واحدیت کی کھیتی میں بویا تو ایک سے ہزار دیکھا ✤

افسوس افسوس۔ وہ عجب بُو ہے کہ اس قدر بوئیں اس انوکھے بُو کی ہیں۔ اور عجب بے رنگی ہے کہ اس قدر رنگ اُس بیرنگی کے رنگ کے ہیں۔ اور عجب بے نشان ہے کہ اس قدر نشان اس بے نشان کے نشان ہیں۔ اور عجب پوشیدہ ہے کہ اس قدر نشانوں سے ظاہر ہے۔ اور عجب بے جان ہے کہ اس قدر جانیں اس بے جان کا بیان ہیں۔ اور عجب بیان ہے کہ ہر زبان میں نرالے ہی معنوں میں داستان بیان کرتا ہے۔ اور عجب معنے ہیں کہ ہر صورت میں ایک نرالا ہی شان دکھلاتے ہیں۔ لیکن صورت کے تفرقہ کے سبب معنوں کی جمعیت کو پہنچنا محال ہے اور جب معنوں کو پہنچ جاتا ہے تو ایک اس قسم کی جان اس میں آجاتی ہے۔ کہ ہر صورت میں ایک نرالا ہی نشان دیتی ہے اور وہ کیا ہے یعنی اول ذات میں گم ہو جانا اور پھر ہر موجودات میں اپنے وجود کا پاتا ہے۔ اور یہاں پر پہنچکر ایسی زندگی کے چشمہ پر پہنچتا ہے جس کو فنا نہیں۔

اور یہ ایک باریک بات ہے۔ جس تک نہیں پہنچ سکتے۔ مگر خاص عنایت الٰہی سے ✤

پاک بیں از نظر پاک و مقصود بر س   احول از چشم دو بیں در طمع خام افتاد

(تو پاک نظر سے پاک دیکھ اور مطلب حاصل کر لے۔ بھینگا دو دیکھنے والی آنکھ کے سبب طمع خام میں پڑا ہے) ✤

روح قالب اور جان کو اس طرح ملا کر گشتہ کیا ہے کہ ہرگز جدا نہیں ہونگی۔ اگرچہ ظاہر بیں ظہور سے فنا قبول کرتی ہیں۔ لیکن وہ فنا نہیں ہوتیں بلکہ وہ ہمیشہ قایم رہتی ہیں۔ اور جس صفت میں ہیں۔ اسی میں رہینگی۔ اور یہ چاروں صفتیں اپنی صفت میں چلی جائیں گی۔ اور خلاصہ خلاصہ میں اور ہر ایک اپنے اصلی وطن میں قرار پکڑے گی۔ لیکن آشنائی کی صفت جس نے اپنی جان میں محبت اور صحبت رکھی ہے۔ ہرگز نہیں جائے گی۔ اور خودی کی صفت باقی رہیگی لیکن خودی خودی میں فرق ہے۔ کوئی تو خودی با خدا رکھتا ہے اور کوئی خوی با خود رکھتا ہے۔ اور اسی میں اس کا حشر ہوگا۔ کما تکون تموتون وکما تموتون تبعثون وکما تبعثون تحشرون (جیسے تم ہوگے اسی حالت میں تم مروگے۔ اور جس حالت میں تم مروگے ویسے ہی اُٹھائے جاؤگے اور جس حالت میں تم اُٹھائے جاؤگے ویسے ہی تمہارا حشر ہوگا) بلکہ از روئے معنے اس کو موت نہیں اس واسطے کہ وہ مقید سے مطلق کی طرف جاتا ہے۔ اور جو صفت مقید (جہان زندگی) میں حاصل کی ہے مطلق (آزادی عقبےٰ) میں بھی اسی حالت میں رہیگا پس محبان الٰہی فانی صفت ہوتے ہیں اُس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔ یہاں (دنیا) اس سے اور وہاں (عقبےٰ) اس میں اور ان کا حشر بھی دائرہ وصال میں ہوگا۔ اور دوسروں کا حشر صحرائے فراق میں ہوگا۔ یعنی کافروں کو دوزخ اور مومنوں کو بہشت اور عاشقوں کو ذات الٰہی حاصل ہوگی ✤

جاناں مارا و جان ما جاناں را   حشر ہر یک بقدر ہمت اوست

(معشوق ہمارے لئے اور ہماری جان معشوق کے لئے۔ ہر ایک کا حشر اس کی ہمت کے موافق ہوگا) ✤

اے غموں سے بے غم جب سے تیرا غم میرا ہمدم بنا ہے۔ مجھ جیسا غموں سے فارغ جہان میں کم ہے۔ اور جو دم کہ تیرے غم کا ہمدم نہیں وہ دم ہی نہیں اور جو دم تیرے غم سے خوش نہیں وہ خوش ہی نہ ہو۔ بلکہ تیرے غم کے بغیر دونوں جہان کی خوشی برباد ہے۔ اے وہ کہ میری جان کا قیام تیرے نام کی یاد سے ہے۔ اے ساقی اس خراب بادہ کو جو تیرے جام کا مخمور ہے تیرا قیام جس سے کہ جام کو قیام ہے۔ اس کا امتی ہمیشہ حسن کے دریا میں غائب اور بے نام ہے۔ اور صبح اور شام جام کے پینے کے سبب خاص و عام کے غم سے فارغ ہے تیرے جمال کے قاف (پہاڑ) کا عنقا جال کے دانہ سے بے غم ہے۔ دوست دوست کے پاس ہمیشہ حاضر ہے۔ عاشق و معشوق کے درمیان پیغام کی کوئی حاجت نہیں اور محبت کا کام فنا ہونیکے سوا اور کوئی نہیں یعنی طالب کی طلب خدا ہے نہیں تو ظاہر و باطن میں کون ہے مطلوب غ طلبم کہ ایں طلب حرام است اللہ نگویم کہ دریں شرک نمانم (میں مطلوب کو طلب نہیں کرتا کیونکہ ایسی طلب حرام ہے میں اللہ نہیں کہتا کیونکہ اسکی وجہ سے میں شرک میں نہیں رہتا اور ہو)

افسوس افسوس۔ وہ دل عجیب ہے جو تیرا ہمراز ہے۔ اور وہ زبان عجیب ہے۔ جو تیری وصف سے ورا ہے۔ وہ جان عجیب ہے۔ جس میں معشوق کا مقام ہے۔ اس پر تعجب آتا ہے جو بغیر معشوق کے زندہ ہے۔ بلکہ جانِ معشوق کے پاس ہے۔ اور معشوق جان میں۔ میں عاشق ہوں۔ اگر تو آواز دیوے اس سے مراد جان ہے۔ سینہ سے آواز نکلتی ہے کہ میں ہوں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ ان یشرک بہٖ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء (تحقیق اللہ تعالےٰ اُس کو نہیں بخشتا جو اس سے شر کیا جائے اور اس کے سوا جو کچھ ہے جس کو چاہے وہ بخش دے گا) یعنی میں تیرے سارے گناہ بخش دوں گا اور اگر تو کسی کی طرف رغبت کرے گا تو میں ہرگز نہیں بخشوں گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کمال آشنائی کے سبب محبت چاہتا ہے۔ ہاں حبیب کے دانت مبارک کا توڑنا اور خلیل کے بیٹے کا ذبح کرنا اور ذکریا کے سر پر آرہ چلانا سب کچھ اس کی غیرت کی علامت ہے۔ اگر معشوق کی غیرت کام نہ کرتی تو کوئی بھی راہ میں نہ رہتا (یعنی منزل مقصود کو پہنچ جاتا) پس معشوق کی غیرت اس درجے کی ہے کہ جو اسکے

غیر کا عاشق ہے وہ اس سے نہیں مل سکتا۔ اور عاشق کی غیرت اس درجے کی غیرت ہے۔ کہ اپنے آپ کو درمیان سے اُٹھا دیتا ہے۔ البتہ جہاں یار کا مشاہدہ ہے وہاں دل اور آنکھیں بھی غیر میں شامل ہیں +

غیرت از چشم برم روے تو دیدن ندہم گوش را نیز کلام تو شنیدن ندہم

میں آنکھ سے بھی غیرت کرتا ہوں ہیں اس واسطے اس کو تیرا چہرہ نہیں دیکھنے دیتا۔ اور کانوں کو بھی تیرا کلام نہیں سننے دیتا +

اے میری جان محبت غیرت سے پہچانی جاتی ہے۔ اور غیرت کے سبب محبوب کے سوا کسی سے محبت نہیں کر سکتے۔ اس واسطے کہ غیرت محبت کا لازمہ ہے بلکہ غیرت ہی محض محبت ہے۔ اسی واسطے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ انا غیور واللہ اغیر منی (میں غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی بڑھکر غیرت والا ہے) پس غیرت ایمان کا پھل ہے۔ اگر غیرت نہ ہوتی۔ تو حجاب کے پہاڑ نہ جلتے۔ معشوق سے نکل جانا دین اور دنیا سے پرہیز کرنا۔ جان اور تن سے درگزر کرنا۔ اور منزل مراد سے سفر کرنا۔ یہ سب غیرت کا نتیجہ ہے۔ اور یالیت رب محمد لم یخلق محمد کی آہ وزاری بھی غیرت کی وجہ سے تھی۔ باوجود اس بات کے کہ حق تعالےٰ نے آپ کے حق میں فرمایا تھا۔ لولاک لما اظہرت الربوبیۃ (اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت نہ ظاہر کرتا) لیکن جب اس کے دل کے کان میں ہر طرف سے آہ وزاری کی آواز پہنچی اور اس کے خوبصورت چہرے کے لاکھوں مشتاق دیکھے تو اس سبب سے غیرت کی جلن کا شعلہ اس کے سینے سے نکلا۔ اور اسی واسطے اپنی فنا کی آرزو کی۔ اور نہیں تو اس جلن سے سب کو راکھ کر دے لیکن چونکہ اس کی صفت رحمۃ اللعالمین تھی اس واسطے کسی کو دکھ دینا مناسب نہ سمجھا اور اپنے تئیں درمیان سے اٹھ جانے کی آرزو کی۔ اچانک اس کی جان کے کان میں کہا۔ کہ بارگاہ کی محبت دل میں تھوڑی کر۔ اگرچہ سب میرے عاشق ہیں۔ لیکن میں تیرا عاشق ہوں۔ اور جو عاشق تجھ سے مرتبہ کی زیادتی چاہیگا وہ ہمیشہ اسفل السافلین کے جنگل میں سرگرداں رہیگا۔ چنانچہ ابو قیا

نے حضرت کے درجے سے زیادتی چاہی۔ تو اچانک مصطفوی غیرت کا طمانچہ اُٹھا۔ اور پایا جو کچھ کہ پایا۔ پس حق کو حقوق پر نگاہ رکھنا چاہیئے۔ تا کہ محبت میں سامان رکھے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ اے میری جان محبت کے درجے ہیں اور انہیں کے موافق یار کی غیرت ہوتی ہے۔ اور ہر محبت اپنے درجے پر قایم ہے۔ اور محبت خداوند تعالےٰ کی امانت ہے۔ جب اس کی حق رسی میں غیر کے حق کو مستحق کرے تو خیانت میں داخل ہے۔ اور عاشقوں کی نگاہداشت معشوق کے ہاتھ ہے ــ نہیں تو عاشق بچارے کی غیرت فضول ہے۔ اسی واسطے قیامت کے روز عاشقوں کا اتصال ایسے طور پر ہوگا۔ کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ ہوگی۔ نہیں تو غیرت کی آگ سے جل جائیں۔ پس معشوق ہر ایک عاشق کا حق پہچانتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اس کی لیاقت کے مطابق اس پر ظاہر کرتا ہے۔ لیکن ایک ایسا بھی مقام ہے۔ کہ جہاں پر غیرت کا کوئی کام نہیں اور اس مقام کو منقطع الغیارات کہتے ہیں۔ جبرائیل کا بھی وہاں گذر نہیں۔ اور محمدؐ کے اس جگہ آشنائی نہیں۔ اس واسطے کہ وہ ایسا مقام ہے کہ اس جگہ دوتائی نہیں۔ اور یہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حال کا کمال ہے۔ اور لی مع اللہ وقت اسی واسطے تھا اس عروج کو کسی نے حاصل نہیں کیا۔ مگر اس نے۔ اے میری جان حسرت اور غیرت محبت کے دائرہ میں ہے۔ کہ عشق عاشقی اور معشوقی کے لباس میں اور احوال کے مرتبوں میں مبتلا ہے۔ جو بہان بناوٹ اور غبار ہے۔ اسی مقام پر ہے۔ اس واسطے کہ یہ مقام ذوق اور شوق کا ہے۔ العشق طیش وبطش، اسی واسطے ہے۔ کہ وہ رحیم اور رحمن ہے۔ اور ایسا ہی مجھ جیسا مفلس قلاش ہر دم تیرے آستانہ پر اپنا ماتھا گھستا ہے۔ اے بادشاہوں کے بادشاہ اس فقیر کی طرف مہربانی کی نگاہ کر۔ اور ایسا ویسا نہ کر۔ یہ بچارہ دین اور دنیا سے آوارہ ہو گیا ہے۔ غریبوں کے بارے میں یہ حکمت ہے۔ کہ ادعونی استجب لکم (مجھے بلاؤ میں تمہیں جواب دوں گا) اے میرے چاہنے والے تو نہیں سمجھتا۔ کہ وھو معکم اینما کنتم (اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو) اور اے فاذکرونی (پس مجھے یاد کرو) کے گلزار کے بلبل تو اذکرکم

(میں تمہیں یاد کروں گا) نہیں جانتا۔ اے میرے عاشق اور اے میرے یار کے ڈھونڈنے والے اور اے میرے دیدار کے مشتاق تیرے زخم سے کوئی شخص واقف نہیں۔ اور تیری درگاہ سے کوئی شخص واقف نہیں۔ اس واسطے فثم وجہ اللہ (پس اسی طرف ہے اللہ کا چہرہ) تیرے در پیش ہے میں جانتا ہوں کہ تو زخمی دل اور غمگین ہے اور شوق میں مجنوں ہو رہا ہے۔ لیکن جب تک تو مجنوں کی طرح اپنے آپ کو گم نہ کرے گا۔ میرا لفرا چہرہ کب دیکھ سکے گا۔ ؎

نقاب پردہ ندارد نگاہ دلکش را — تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

دلکش معشوق کے لئے نقاب پردہ نہیں ہوتا۔ اے حافظ تو خود ہی اپنا حجاب ہے درمیان سے اٹھ جا۔

اے جہان کو روشن کرنے والے آفتاب آ اور میرے کفر کی تاریکی کو غائب کر۔ جب تک آفتاب کا چہرہ نہیں نکلتا۔ خودی کی رات کی تاریکی درمیان سے نہیں نکلتی ؎ ع

جائیکہ سلطاں خیمہ زد غوغا نماند عام را

جہاں بادشاہ خیمہ لگاتا ہے وہاں عام کا شور وغل نہیں ہوتا

اے میری جان شاہ عشق دو صفت سے موصوف ہے۔ ایک جلال دوسرا جمال۔ ان دو صفات اور چار ترکیبوں سے وجود کے ملک میں حکمرانی کرتا ہے۔ جلال اور جمال سے مراد شوق اور ذوق ہے۔ خوشی اور غم بھی اسی کے باعث ہے۔ العشق عایش وطیش بھی جلال اور جمال کا نتیجہ ہے۔ مسلمان جمال کا ظہور ہیں۔ اور کافر جلال کا ظہور ہیں۔ مسلمان سے مراد روح ہے اور کافر سے مراد نفس ہے۔ نفس کی پیدائش بری ہے۔ اور روح کی نیک۔ اور ہر شخص اپنی صفت کی طرف توجہ کرتا ہے۔ کثیف کثیف کی طرف اور لطیف لطیف کی طرف جلالی کو جلال عمدہ معلوم ہوتا ہے اور جمالی کو جمال بھلا معلوم ہوتا ہے۔ بہشت سے مراد وہ نیک صفات ہیں جو روح کا مسکن ہیں۔ اور دوزخ سے مراد بری صفتیں جو نفس میں پائی جاتی ہیں۔ پس ہر ایک اپنے وطن میں ٹھیرتا ہے۔ اور

دل جو ہے وہ معشوق ہے۔ وہ عاشقوں کے درمیان۔ جن میں سے ایک بلایا ہوا ہے اور دوسرا انکا لایا ہوا۔ معشوق کا دل جو صفت ہے۔ وہ دونوں میں سے کسی کو بھی محروم نہیں کرتا۔ چونکہ دونوں مشتاق چہرے کی جستجو میں ہیں اور دونوں کشش میں ہیں۔ اس واسطے دل کبھی نیک صفات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی برے۔ اور نیک صفات میں عیش ہے۔ اور بری صفات میں طیش ہے اور وہ نزدیکی ہے اور یہ دوری۔ اور اس میں بہت بڑی بہتری ہے۔ اسی واسطے یہ کہا گیا ہے۔ کہ ماصنع اللہ ھو خیر (جو کچھ اللہ تعالے نے بنایا ہے وہ نیک اور درست ہے) لیکن چونکہ معشوق کا دل عشق کے بستر پر آتا ہے۔ جو محض وصال ہے۔ وہاں عیش اور طیش کی گنجایش نہیں۔ وہاں خود بخود اپنے عشق سے خوش ہوتا ہے۔ ؎

گہ شرم کند فرشتہ از پاکئ ما　　　گہ خندہ زند دیو از ناپاکئ ما

کبھی ہماری پاکیزگی سے فرشتہ بھی شرماتا ہے۔ اور کبھی ہماری ناپاکی پر شیطان بھی ہنستا ہے +

واللہ غالب علے امرہٖ (اور اللہ تعالےٰ اپنے امر پر غالب ہے) اے اللہ تعالےٰ جو کچھ نابود تھا وہ تیرے حکم سے موجود ہے۔ تو ایک لحظہ میں اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوقات کو عدم سے ہست کر دیتا ہے اور ہست سے نیست کر دیتا ہے۔ بلکہ ایسی پیدا اور ناپیدا کرنے کی صفت میں ایک بھید ہے جو سمجھ میں نہیں آسکتا۔ کہ کب آتا ہے اور کب جاتا ہے۔ گویا کہ اسی طرح وہ برقرار ہے۔ اے سب کاموں کی قدرت رکھنے والے۔ اے وہ کہ تو آسمانوں کو بے ستونوں کے قایم رکھنے والا اور زمین کو پانی پر بچھانے والا۔ اور پانی سے صورت بنانے والا اور صورت میں معنے دکھلانیوالا۔ اور معنوں میں جان بخشنے والا ہے۔ اے کاموں کو بغیر احسان درست بنانے والے میرے کام کو درست کر اور ہماری مہم کو ایسے طور پر سرانجام کر کہ ہمیں معلوم ہی نہ ہو۔ کہ تو نے کس طرح کی۔ اور مہم یہ ہے۔ کہ جب تو ہی ہے تو تو ہی ہو۔ ؎

مشتاق آفتاب جمال محمدیم　　　تابندہ محمد و آل محمدیم

(ہم محمدؐ کے جمال کے آفتاب کے مشتاق ہیں۔ ہم محمدؐ کے غلام اور محمدؐ کی آل ہیں)
چونکہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مخفی خزانہ کی کنجی خاص ہاتھ
میں رکھتا ہے۔ ایمان کے گوہر کو جو کہ محض توحید ہے۔ عام کی نظر میں کھول دیا
ہے۔ حبیب اللہ۔ نبی اللہ۔ رسول اللہ۔ ظہور اللہ۔ محمدؐ۔ علی۔ یعنی حضرتؐ کا
وجود مبارک اُس کا خاص ظہور ہے۔ اور عالم ظہور روئے زمین پر ہے۔ اس کو
درست رکھنا چاہئے۔ چونکہ شاخ کو اصل سے جدا نہیں کرنا چاہئے۔ اس واسطے
اپنے آپ کو شرک کے حجاب میں نہیں ڈالنا چاہئے۔ اسی سبب سے عارف لوگ پھول کی
طرح کم آزار ہیں۔ اور محجوب کانٹے کی طرح دل آزار ہیں لیکن وہ محجوبوں کے معشوق کے گلزار
سے ہیں۔ کفر اور شیطان کیا ہے؟ اسکی ابتر زلف۔ اسلام کیا ہے؟ اُسکی عمدہ چال عاشق دوست کا
جمال دیکھتے ہیں۔ اسلام کیا ہے؟ عمدہ چلن۔ کفر کیا ہے؟ اسکی ابتر زلف۔ شیطان کیا ہے؟ اُسکا
سیاہ خال۔ اس کا جلال کیا ہے؟ آنکھیں؟ اُسکے جمال کا خنجر کیا ہے؟ اُسکی شیریں لبیں۔
کجی کیا ہے؟ اُسکی خمدار ابرو۔ راستی کیا ہے؟ اسکا صنوبر جیسا قد یعنی جو کچھ دائیں کا ظہور ہے سر
پاؤں تک اسکا حسن عمدہ ہے۔ ہاں جب محمدؐی شمع ظاہر ہوئی۔ تو جہان کا پروانہ اس پر
عاشق ہوا۔ سب کفر کی تاریکی میں حیران تھے۔ اچانک اللہ تعالےٰ کی
مہربانی سے اس بادشاہ کی ذات کا آفتاب صفات کی تاریکی میں نکلا۔
سب نے حجاب کی مہمات کی مصیبتوں سے نجات پائی۔ اور شناخت کے
نور سے سب حیات ابدی کو پہنچ گئے۔ لیکن جو اس کی گلی کے کتوں کے پاؤں
میں روندا نہ گیا۔ اس نے اس کے دسترخوان سے ہڈی حاصل نہ کی۔
اور جو اس کے رنگ میں فانی ہے۔ اس کا کوئی ثانی نہیں ہوسکتا۔ ~

بو وند احمد و علی یک جا | در چشم احولاں دو آمد ند
احمدؐ اور علی دونوں ایک ہی تھے | بھینگوں کی نظر میں دو دکھائی دیئے

علی سے مراد ولی ہیں۔ جنہوں نے آنحضرتؐ کی پورے طور پر
پیروی کی ہے۔ چنانچہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت
کے عالم بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں) وہی ہیں۔ البتہ جو نبوت کا
دانہ جہان کی کھیتی میں بویا گیا۔ اس ایک دانے سے ڈھیر بنائے۔ نہ کہ اس

والے کو جہان سے اٹھالیا۔ بلکہ اس نبوت کے نور سے شیخی کی ہزاروں شمعیں روشن ہوئیں۔ کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہٖ (شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں ہوتا ہے)

افسوس افسوس جو شخص تیرے آفتاب کے جمال کا مشتاق نہیں۔ وہ ہمیشہ کفر کی تاریکی میں رہے۔ اور جو تیری غلامی کا حلقہ کان میں نہیں رکھتا۔ وہ ابد تک جہالت کے جنگل میں مارا مارا پھرے۔ اور جو تیری راہ میں خاک نہ بنا وہ دونوں جہان کی آنکھ میں کانٹے کی طرح ہے۔ پس کانٹا آگ میں ہی پھینکنا چاہیئے۔ خاک سے وہ گلزار پیدا ہوتا ہے۔ جس کی جڑ تحت الثرےٰ تک پہنچ جاتی ہے۔ اور جس کی شاخیں عرش معلےٰ تک جا پہنچتی ہیں۔ اور کبھی غیر کی ہوا سے جنبش نہیں کرتا۔ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء (وہ پاک درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں قایم ہیں اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں) کا اشارہ اس درخت کی طرف ہے۔ کہ اس کے پتے لا الٰہ اور اس کا پھول الا اللہ اور اس کا میوہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس میوے کے چکھنے سے عاشق معشوق سے مل جاتا ہے اور یہ میسر نہیں ہوتا۔ جب تک کہ تیری نظر رحمت سر پر سایہ نہ ڈالے ؏

آنرا کہ دہد بارش بیواسطہ کارش کرد

جس کو آنے کی اجازت دی اس کا کام بغیر وسیلہ کے بنادیا

یہاں کردار کس کام آسکتے ہیں۔ شرح۔ اے میری جان دل جو ہے وہ عشق کی خلوت ہے اور خلوت کی آنکھ عشق ہے۔ اور اکثر آنکھوں کے تخت پر بیٹھکر اپنے ظہور کی سیر کے لئے جہان کو آراستہ کیے چشم کھولکر دیکھتا ہے اور آنکھیں دیکھنے سے یہی مراد ہے۔ کہ فنا اور بقا آنکھ جھپکنے کا نتیجہ ہے۔ اور ہر آنکھ جھپکنے میں جہان پیدا ہوتا ہے۔ اور جب کھولتا ہے۔ تو بقا میں آتا ہے۔ پس فنا اور بقا شاہ عشق کے آنکھ جھپکنے کا نتیجہ ہے۔ اور اس کے آنکھ جھپکنے کا قاعدہ اور ہی ہے۔ اور دوسرے مراد ظاہر ہونے اور چھپ جانے سے بھی ہے۔ اس کے چہرے کے مشتاق

عاشق اس حالت میں ہیں۔ یعنی اُنکی زندگی اور موت اس کے آنکھ جھپکنے میں ہے۔ اس واسطے کہ ان کی زندگی کا قیام دوست کے لقا میں ہے۔ ایک آنکھ جھپکنے میں حجاب حاصل ہوتا ہے۔ اور حجاب کی طاقت اس قدر بھی ان میں نہیں۔ اگر آنکھیں دیدار میں دلیر ہیں۔ لیکن سیر نہیں ہوتیں۔ اور آنکھ جھپکنے کی دیر بھی نہیں چاہتے۔ اور معشوق محبت کے زیادہ کرنے اور اپنے حسن کی نمکینی کے لئے اپنے آپ کو عاشق کے واسطے اس صفت میں ظاہر کرتا ہے۔ یعنی ظاہر ہونا اور نہ ظاہر ہونا۔ لیکن یہ بچارہ ہر دم اس کے چہرے کا مشتاق رہتا ہے۔

نہ دوری زلیلے صبوری بود　　کہ بسیار دوری ضروری بود

(اگرچہ لیلے سے دور رہنے میں صبر نہیں ہو سکتا۔ مگر پھر بھی دور رہنا ضروری ہے) یہ بچھڑے ہوئے کی نشانی ہے۔ اس واسطے کہ معشوق کا مقام جان میں ہے۔ جس وقت کہ جان کو تلاش کرتا ہے معشوق کو پاتا ہے۔

کہ میگوید کہ از ما دور ہستی　　زچشم خاستی در دل نشستی

کون کہتا ہے کہ تو ہم سے دور ہے　　تو ہماری آنکھ سے اُٹھا اور دل میں جا بیٹھا

اور یہ محال ہے۔ کہ عشق کو دوری میں صبر ہو۔ لیکن کیا کرے۔ کیونکہ ایسا ہی لکھا گیا ہے۔

افسوس افسوس۔ عاشق بچارہ ہر چند کہ دور ہے۔ صبر کرنے والا ہے۔ اور جس قدر صبر کرنے والا ہے۔ اتنا ہی چھپا ہوا ہے۔ اور جس قدر خون کے پیالہ سے دل میں نگلتا ہے۔ یعنی ہر دم غم کا پیالہ پیتا ہے۔ مگر ہر پیالہ کے بدلے اسے مقصود حاصل ہوتا ہے۔

چوں ذرہ ذرہ کردم امحنت نگا　　در ذرہ ذرہ رُخ تو دیدیم آشکار

(چونکہ معشوق کی محنت نے ہمیں ذرہ ذرہ کر دیا ہے۔ اس لئے ہر ایک ذرہ میں ہم نے تیرا چہرہ ظاہر دیکھا)

افسوس افسوس دل یار کا چاہنے والا ہے۔ اور یار اغیار کے لباس میں دلدار کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے۔ اور اضطراب کی حالت میں یار

کی طرح اس کی آنکھیں بادل کی طرح خون کا مینہ برساتی ہیں۔ اور لاکھوں گھبراہٹوں سے معشوق سر پر ہوا رکھتا ہے۔ کبھی اچانک ہی معشوق زخمی دل بیچارے کی تباہ حالت پر نظر عنایت کرتا ہے۔ اور اس کی خون برسانے والی آنکھوں سے غیروں کا کانٹا نکال دیتا ہے +

افسوس افسوس۔ اس وقت سے جبکہ اس وہم کے عالم کو فہم کی صورت میں لایا۔ تو فہم کے سبب جانوں میں خوف ظاہر ہوا۔ اور خوف کے سبب رحم کی نظر دلوں پر ڈالی۔ اور خوف کے سبب زخم جاتا رہا اور فہم پھر وہم میں تبدیل ہو گیا۔ اور جب زیادہ خواہش کی تو کسی کو بھی درمیان میں نہ پایا۔ یہی کہ لامکان کی فضا میں پہلے ھوھو کی آواز اٹھی۔ اے میری جان ازلی صراف نے اس وہمی عالم کو مصلحت کے ترازو میں ایسے طور پر وزن کیا ہے کہ ایک بال بھر بھی کم و بیش نہیں۔ اور کوئی قول اور فعل وزن سے باہر نہیں سب وزن کئے ہوئے ہیں۔ اسی واسطے کہا گیا ہے۔ ع

خدا را در دلے ہر بندہ راز یست

ہر انسان کے دل میں خدا کا بھید ہے

اور جو کچھ اس کے خیال میں سمایا کن کے پلڑے میں وزن کیا۔ اور جو کچھ کن کے پلڑے میں وزن کیا فیکون کے صحرا میں اس کی خبر کر دی۔ اور یہ عالم خیال اس کے خیالوں میں سے ایک خیال ہے۔ اور اس قسم کے ہزاروں خیال اس کے خیال میں ہیں۔ اور ایک خیال دوسرے سے نہیں ملتا۔ سبحان من تحیرنی وانہ لا یفھم (پاک ہے وہ جس نے مجھے حیرت میں ڈالا اور وہ نہیں سمجھتا) اور عقل اس کی کمالیت کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتی۔ اور اس نے غیرت کی تلوار حیرت کے سلسلے پر اس طرح چلائی ہے کہ دوست و دشمن کے سلسلے کو ایک طرف رکھ دیا ہے۔ ؎

این ہمہ عکس مے ونقش مخالف چوں نمود　　یک فروغ رخ ساقی است کہ در جام افتاد

(یہ شراب اور نقش مخالف کا عکس کس طرح دکھلائی دیا۔ یہ صرف ساقی کے چہرے کا فروغ ہے جو جام میں پڑا) +

ہاں یہ جو قسم قسم کے مختلف ظہور دکھلائی دیتے ہیں۔ در اصل یہ دوست کے چہرے کا فروغ ہے۔ کہ جہان کے آئینہ میں رنگ کا عکس معلوم ہوا۔ اسی واسطے اپنے چہروں پر مشتاق ہوتا ہے۔ اور ہر شخص ایک خاص چہرے کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ اس کا مطلوب اور مقصود دنیا اور آخرت میں اسی چہرے میں ہے۔ جس کی طرف متوجہ ہے۔ ؎

ہر نقش خود است فتنۂ نقاش — کس نیست درین میان تو خوش باش

یہ نقاش کا فتنہ خود اسی کا نقش ہے — اس میں اور کچھ نہیں تو خوش ہو

اور چہروں میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خاص ہے۔ پس خاص خاص کی طرف رغبت کرتا ہے۔ اور عام عام کی طرف۔ کل شیئ یرجع الیٰ اصلہ (ہر چیز اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے) اور پیری مریدی اور طالبی مطلوبی کا سلسلہ حضرت کے چہرے سے جانا گیا۔ اور اس وجہ کی محبت میں اس کے چہرے کے عاشق سب وجہوں کی طرف متوجہ ہیں۔ یعنی ذات میں مقیم اور صفات میں مسافر ہیں۔ جیسا کہ بھنورا پھول کی عاشق ہے۔ اس کی بو سے تمام پھول خوشبودار ہیں۔ جس پھول پر جاتی ہے۔ اس کے شوق سے محبت کا پیالہ پیتی ہے۔ یا جس میں کہ دوست کا زمزمہ ہوتا ہے۔ یار کے وصال میں جاں سوز آہ وزاری کرتی ہوئی باہر آتی ہے۔ اگرچہ وہ بہت پھرتی ہے۔ لیکن اسے قرار نہیں۔ کیونکہ دل فگار کانٹے پر سر مارے بغیر یار کے رخسار کے پھول پر جان قربان نہیں ہوسکتی۔ پس اے میری جان جو پرکھ ہے وہ خاص وجہ سے ہے۔ اس واسطے کہ یہ مقام عاشقی اور معشوقی کا ہے۔ اور اپنے حسن کی بے نہایتی کی گلزار کو دیکھ رہا ہے۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اس کی وجہوں سے مراد ہے۔ اور کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کا اشارہ اس کی ذات کی طرف ہے۔ پس جو سوز اور عبارت ہے۔ وہ اس کی وجہ کے ظہور میں ہے۔ نہ کہ اس کی ذات کے پہلو میں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔ تفکروا فی الائہ ولا تفکروا فی ذاتہ (اس کی نعمتوں میں غور کرو اور اس کی ذات میں غور نہ کرو) یعنی جس جگہ اس کی ذات ہے۔ وہاں نہ جگہ ہے۔ نہ تو۔ اور نہ تیرا فکر۔ ذات میں جس قدر

تو زیادہ فکر کرے گا۔ اسی قدر تو حقیقی کافر ہوگا۔ لیکن جب تک تو عاشقی اور معشوقی کی راہ میں چلتا ہے۔ جو فکر کہ تو رکھتا ہے۔ اور جو عبارت کہ تو بیان کرتا ہے۔ اور جو ذکر کہ تو کہتا ہے۔ اور جو صفت کہ تو ڈھونڈتا ہے۔ سب جائز ہے۔ اس واسطے کہ یہ سب ذوقیات ہیں۔

ابیات

ذکرِ تو بہر زباں کہ گویند خوش است	روئے تو بہر نظر کہ بینند خوش است
(تیرا ذکر جس زبان سے کیا جائے اچھا ہے	تیرا چہرہ جس نظر سے دیکھیں اچھا ہے
راہ تو بہر قدم کہ پویند خوش است	وصلِ تو بہر صفت کہ جویند خوش است

(تیرا وصل خواہ کسی صورت میں ڈھونڈیں اچھا ہے۔ تیری راہ میں جو قدم چلیں اچھا ہے)

اے میری جان کریم حکیم کے حصول اور وصول کے بعد صبر چاہیئے۔ تاکہ کسی کو اس سے واقفیت نہ ہو۔ یعنی کریم سب پر ہے۔ صبور سب سے اور حکیم سب میں اے عاشقوں کی محفل کی شمع اور مشتاقوں کی شام کے آفتاب اور اے کہ تیرے چہرے کی صبح ہر شام کی کنجی ہے۔ اور اے کہ تیری زلف کا جال ہر دل کے لئے جال ہے۔ جب سے تیرے قد کا تیر میرے دل کے نشانہ پر لگا ہے۔ اس تیر کی خوشی میں دونوں جہان کا غم میری جان سے بھاگ گیا ہے۔ اے میری جان مجھے تیری جان کی قسم کہ میری جان نے ہر جان میں تیرے لئے ایسا ہی کیا ہے۔ تاکہ سب جانوں میں تیرا جان خواہ ہو۔ اور جو جان تجھے چاہنے والی ہے۔ وہ میں ہوں۔ اور جہان بھر کی آنکھیں جو تیری طرف دیکھ رہی ہیں۔ تو یقین جان کہ ہر آنکھ میں میرا غمدیدہ دل تیرے چہرے کی طرف کھلا ہوا ہے۔ پس جسے تو چاہے۔ اور جس کی طرف رخ کرے۔ ہمارے سوا کسی کو نہ دیکھے۔ البتہ اس نکتہ سے تجھے میرے اشتیاق کا حال معلوم ہوگا۔ کہ قاف سے لیکر قاف تک میں تیرے دل فزا چہرے کا مشتاق ہوں اور اتنے شوق کی وجہ سے مجھے معلوم نہیں۔ کہ میں اسے کیا لکھوں۔ اے بخشش کرنے والے خطا کے سبب اپنا باصفا دیدار جو کہ بیمار کی شفا ہے ہٹا نہ رکھ۔ یہ اہل وفا کے لئے مناسب نہیں۔ کہ عاجزوں پر ظلم کریں۔ اے میری جان میرے قصوروں کا خیال نہ کر۔ بلکہ اپنی بخشش کی طرف دیکھ یقین جان کہ جو عمر میں تیرے حضور کے بغیر گذارتا ہوں ایک دم بھر میں تیرے بغیر

میں کیا کیا ظلم سہتا ہوں۔ اے میری جان محض کمزوری کے سبب میں وفا کی راہ میں تھک گیا ہوں۔ قسم ہے خدا کی اگر تیرا لطف استقبال نہ کرے تو تعجب ہے۔ کہ بیچارہ اس جنگل سے جان سلامت لے جائے۔ لیکن جو اس دہلیز کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ اس چہرۂ باصفا کا دیوانہ ہے۔ اے میری جان جس دم نے تیری ہمدمی کا دم مارا ہے۔ خواہ وہ رد ہے پھر بھی مقبول ہے۔ اور وہ قبول جو تیرے رو پر راضی نہیں۔ وہ ازلی مردود ہے۔ وفا میں کمی کرنے کا عیب مجھ پر نہ لگا۔ میری آنکھوں کے آنسو ابھی اس کی راہ میں وفا کے بیج اُگتے ہیں۔ الدنیا ساعة وجعلها منها طاعة (دنیا ایک ساعت ہے اس میں عبادت کرے) کے پھولوں سے خدا کے فہم میں ہونے سے مراد ہے۔ اور مقصود کے دریا میں غائب رہنا۔ اور اس قوم کی گنہگاری اس فہم سے غافل ہونا ہے۔ قیام اور قعود کا ذکر جان اور وہی فہم ہے۔ اس فہم کے قایم ہونے کے بعد سب ملامتیں درمیان سے اٹھ جاتی ہیں۔ یعنی نفس۔ شیطان۔ خلقت دنیا۔ نیکی اور بدی یہ سب کدورتیں اس صفائی میں صفائی پکڑ جاتی ہیں۔ یعنی دیکھنے والا اس نور کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ ؎

در میکدۂ مستاں دیدیم پریشانی نے کفر درو پنہاں نے بوئے مسلمانی

(مستوں کے شراب خانے میں ہم نے ایک پریشان حال کو دیکھا جس میں نہ کفر پوشیدہ تھا اور نہ مسلمانی کی بو پائی جاتی تھی) +

اور اس فہم کا سمجھ میں آنا ممکن نہیں۔ جب تک کہ کریم کا کرم محض عنایت نہ فرمائے۔ نہیں تو یہ نہ کوشش سے اور نہ تعلیم سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر جس کو کہ اس کی عنایت رہنمائی کرے۔ معلوم نہیں کہ کس کنا یہ سے اس کے انجام کو پہنچاتا ہے۔ اور جو اس وہم کے پنجے میں پھنسا اس کی رہائی ابد تک ناممکن ہے وہ دل جو اس فہم کو سمجھ گیا وہ لومڑی سے شیر بن گیا۔ ایسی پست زمین کی طرح جس کی مٹی ایسی ہے۔ جو عرش پذیر ہے۔ اور اس گلزار کے پرندے لامکان کا پرواز رکھتے ہیں۔ اور اس شراب کے مشتاق سبحانی کی آواز دیتے ہیں۔ اور اس سمندر کے مگرمچھ روزہ اور نماز سے بیکار ہیں۔ کیونکہ بادشاہ کی ہمنشینوں

کو مزدوری سے کیا واسطہ۔ ؎

اہل دل را ذوق فہمے دیگر است　　　　کان فہم از ہر دو عالم برتر است

(صاحبدلوں کی ذوق فہمی اور ہی ہے　　　　کیونکہ وہ فہم دونوں جہان سے اعلےٰ ہے)

مگر اس کی ابرو کے محراب کے نماز ادا کرنے والے ہمیشگی کی نماز میں مشغول ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے حضور میں انہیں اپنے آپ کی بھی خبر نہیں۔ المصلیٰ غایب عن الصلوٰۃ (نماز پڑھنے والا نماز سے غائب ہے) وہی ہیں۔ جب حکم ہؤا۔ کہ الست بربکم (کیا میں تمہارا پروردگار نہوں) تو محبوں کے ارواح قالوا بلیٰ (انہوں نے کہا ہاں) کہتے ہوئے سر سجدہ میں لے گئے۔ اور ابد تک سر نہ اُٹھایا۔ اب بھی اسی سجدہ میں ہیں۔ اور رہیں گے۔ ازل ان کا قیام ہے اور آخرت ان کا سجود ہے۔ نماز کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں جانتے۔ اور ذات الٰہی کے وصف کے سوا اور کچھ نہیں کہتے۔ اور دنیا کی زندگی بمقابلہ رکوع کے ہے۔ اس سبب سے حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ الدنیا ساعۃ (دنیا ایک گھڑی ہے) اس واسطے کہ دنیا رہنے کا مقام نہیں۔ جیسا کہ رکوع نماز میں اور روزہ روز میثاق سے لیکر قیامت تک دلدار کے دیدار کے سوا افطار کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ ازل کی صبح سے قیامت کی شام تک کسی چیز کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ اے میری جان ہم سب مسافر ہیں۔ اور ہر مسافر کا وطن ہوتا ہے۔ جب تک وہ اصلی وطن میں نہیں پہنچ جاتا۔ اسے قرار نہیں آتا۔ عام لوگوں کا وطن اور ہے۔ اور خاص کا اور ہے۔ اور صالح کا وطن اور ہے۔ اور مواحدوں کا وطن اور ہے۔ مواحد دائرہ ہویت کے رہنے والے ہیں۔ اور خانقاہ عدم کے گوشہ نشین۔ اور محیط سمندر کے مگرمچھ ہیں۔ لیکن کامل عارف اور حقیقی موحد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے ان کا مرتبہ رحمۃ اللعٰلمین فرمایا جو کسی حجاب میں محجوب نہ ہوئے۔ اور کسی حال میں معطوف نہ ہوئے۔ اس واسطے کہ ظاہر و باطن اُن کی نظر میں سوائے محبوب کے اور کچھ نہ تھا۔ اسی واسطے ہر شخص کے لئے سوائے دعا کے زبان نہ کھولتے۔ اے میری جان محبت کے دو رخ ہیں۔

ایک ظاہر اور ایک باطن ۔ ظاہری نمونہ میں غیرت ہے اور باطنی میں حیرت ۔ لیکن جب عاشق کی نظر کمال کو پہنچتی ہے ۔ تو اس وقت مشتاق کے نمونہ اور باطن کے نمونہ میں محو ہو جاتا ہے ۔ اور اس نعمت کے میراث پانے والے ازلی قسمت اور طاقت کے مطابق حبیبؐ کی پیروی کے صدقے اس ورثہ سے حصہ حاصل کرتے ہیں ۔ العلماء ورثة الانبیاء (عالم نبیوں کے وارث ہیں) وہی ہیں ۔ لیکن مشتاق مطلق پر محو ہونا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے ۔ دوسرے سب غیرت کے مقام میں ہیں ۔ اور بعض اس کے پیرو جن کو اس مصفا جام سے ایک قطرہ نصیب ہوا ہے ۔ ہوتے ہیں ۔ اے میری جان جو اس کے کتوں کے زمرہ میں ہوش رکھتا ہے ۔ وہ اس حدیث پر عمل کرتا ہے ۔ یعنی کن فی الدنیا کانک غریب او عابری سبیل وعد نفسك من اصحاب القبور (تو دنیا میں اس طرح ہو گویا کہ تو مسافر ہے ۔ یا راستہ طے کر رہا ہے ۔ اور اپنی جان کو قبر والوں سے شمار کر) نہیں تو اس گلی کی بو اس کے دماغ کو نہیں پہنچتی ۔ ؎

یکدم کہ یار مست نخفت است در کنار ۔۔۔ بیدار باش تا نرود عمر در افسوس

(مست یار ایک دم بھر بھی بغل میں نہیں سویا ۔ تو جاگ ایسا نہ ہو کہ عمر افسوس میں گذر جائے)

ہمدم ہے مگر وہ عاشق جو ہمیشہ یاد میں ہے ۔ اور یاد جو ہے ۔ وہ عین دیدار ہے ۔ اور عاشق مشتاق کو کہتے ہیں ۔ اور مشتاق ملے ہوئے کو کہتے ہیں یعنی جب سوتا ہے تو سرہانے کے نیچے رکھتا ہے اور جب جاگتا ہے تو آنکھ کے سامنے بس عاشق کا دیدار آنکھ جھپکنا ہے ۔ محبوب کے مشاہدہ سے محجوب ہو جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ اگر اپنے آپ کو ڈھونڈتا ہے ۔ تو اسے پاتا ہے ۔ اور ہر گھڑی عکس کی طرح معکوس کی طرف متوجہ ہوتا ہے ۔ اور نقش کی طرح نقاش کے چہرے پر حیران ہو جاتا ہے ۔ نہیں نہیں بلکہ نقاش اپنے نقش پر خود حیران ہے اور نقش کی حیرانی نقاش کا نقش پر حیران ہونا ہے ۔ عاشق اس کو کہتے ہیں کہ اس کی نظر میں معشوق کے سوا کوئی اور چیز دکھلائی نہ دے ۔ اور معشوق کے سوا کسی اور چیز کو نہ جانے ۔ ؎

تا کہ ایں پردہ من و تو درمیان است ۔۔۔ حقیقتِ مسلمانی نہان است

(جبتک یہ میں تو کا پردہ درمیان ہے مسلمانی کی حقیقت پوشیدہ ہے)
جس وقت کثرت کا ابر کھل جاتا ہے۔ اور اسلام کا آفتاب نمودار ہوتا ہے تو کفر کی تاریکی اس کی روشنی میں گم ہو جاتی ہے۔ اور مسلمانی کی حقیقت اس میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ اے بے نشان قاف کے عنقا اور اے لامکان ہمت کے ہما اور اے بلند پرواز شہباز اور اے بھید کے باغ کے بلبل۔ اور اے کہ تو عاشقی کی صفت میں نیاز میں ہے۔ اور اے کہ تو معشوقی کے مقام میں ناز سے ہے۔ اے کہ تیرے ناز سے جگر میں تیر اور تیرے ساز سے جان میں جلن ہے۔ اور اے آتش کی مانند سرکش تو غریب کی نوازش فرما۔ اور اے خوبی میں بے مثل تو اپنے خراب شدہ (عاشق) پر نظر عنایت کر۔ وہ تیرے شوق کی شراب سے ہر دم بے ہوش ہے۔ اور تیری یاد میں سب کو بھلا دیا ہے۔ ؎

نہ آں چناں بتو مشغولم اے بہشتی رو کہ یاد خویشتنم در ضمیر مے آید
(اے بہشتی چہرے والے میں تجھ میں اس طرح مشغول نہیں۔ کہ مجھے اپنی یاد دل میں گذرے)

البتہ وہ دل جو یار کی یاد میں روشن ہے۔ اس سے اور سب نیچے ہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسا سینہ ہے۔ جو بے نظیر تخت سلیمانی ہے۔ اور یار ریار میں اس طرح ہے جیسا مکان پردہ میں۔ اس گھر کو وصل کا گھر کہہ سکتے ہیں نہ کہ جدائی کا۔ اس واسطے کہ عاشق اور معشوق از روئے ذات ایک ہی اصل ہیں۔ اور صفات کی رُو سے مصور اور تصویر کی طرح ہیں۔ دوئی اور جدائی محبت سے پیدا ہوتی ہے نہیں تو محض یکتائی میں یکتا تھا۔ اچانک فاحببت کا شوق جوش میں آیا اور دوئی جدائی ظاہر ہوئی۔ اور ان اعرف کی کشش سے عاشقی اور معشوقی کا آئینہ موجود ہو گیا۔ محبت ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جدائی بھی اس سے حاصل ہوتی ہے۔ اور وصل بھی اس سے حاصل ہوتا ہے۔ البتہ پہلے جدائی کے جنگل میں ڈالتا ہے اور بعد میں وصل کو پہنچاتا ہے۔ پس وصال اور فراق دونوں محبت کا نتیجہ ہیں۔ اس سبب سے قرب اور بعد (نزدیکی اور دوری) دونوں ہم صحبت ہیں۔ اس واسطے کہ دونوں حالتوں میں ہمراہ ہے۔ لیکن کمال محبت میں دوری ممکن نہیں۔ اور دوری سے مراد شوق کا غلبہ ہے۔ ؎

اگر یارے از خویشتن دم مزن کہ شرک است بایار و با خویشتن

(اگر تو یار ہے تو اپنے آپ کا دم نہ مار۔ کیونکہ یار کے ہمراہ اپنا بھی خیال کرنا شرک ہے) +

البتہ المحبت حجاب بین العاشق والمعشوق (محبت عاشق اور معشوق کے درمیان پردہ ہے) کے بموجب عاشق اور معشوق کے درمیان کسی چیز کی گنجایش نہیں۔ مگر محبت۔ شاہ عشق ایسا غیرتمند ہے۔ کہ یہ نکتہ بھی اسے نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں چونکہ اس کا انجام یکتا ہے۔ اس لئے دوئی برداشت نہیں کرسکتا +

افسوس افسوس۔ جب سے ہویت کے غیب کے خلوت خانہ کے شاہد نے معشوقی کا نقاب اس کے دل پر ڈال کر ناز کے گھوڑے کو لا کھول بناؤ سنگار سے محبت کے میدان میں کُدایا۔ اور ناز کا نیزہ بے نیازی کے ہاتھ میں پھراکر اور شوق کا بھالا عاشقوں کے سینہ میں چُبھو کر درمیان سے آزاد کردیا۔ اور خیال کے بلّے سے عاشقوں کے سروں کو گیند کی طرح ایک حلقے سے دوسرے حلقے تک پہنچایا۔ اور مشتاقوں کے بدنوں کو پائمال کیا۔ اور زلف کی کمند سے بے دلوں کی گردن میں طوق ڈالکر ان کو کھینچتا ہوا اہل جہان سے باہر لے آیا۔ اور لاکر محبت کے قید خانہ میں بند کردیا۔ تاکہ وہ ان لوگوں سے دور رہیں جو دور ہیں۔ اور جو دور ہیں وہ ان سے الگ رہیں یعنی الاولیاء تحت قبائی لا یعرفہم غیری (اولیا میری قبا کے نیچے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا) +

افسوس افسوس۔ ناز کے سبب جان پر کھیل جانے والے عاشق کے لئے نیاز کے واسطے اتنے پردے بنائے ہیں۔ تاکہ ہر دم معشوق کے شور میں رہے۔ اس واسطے کہ عاشق کے سوز کے شوق سے معشوق کے حُسن کی شمع روشن ہوتی ہے۔ ؎

اے کہ بر مہ کشی از عنبر سارا چوگاں مضطرب حال نگہ داں من سرگرداں را

(اے کہ تو چاند پر زلف کا بلا مارتا ہے مجھ سرگردان کو مضطرب حال نہ کر)

جہان کو آراستہ کرنے والے چہرے پر خوشبودار زلف کا پردہ جو حسن کو بڑھانے والا ہے۔ ڈال دیتا ہے۔ اس دلدار کا خیال یہ ہوتا ہے۔ کہ بچارے اور بے سروسامان عاشق کو گرائے اور بے قراری کے میدان میں گیند کی طرح سرگرداں کرے۔ چونکہ زلف کا چہرے پر ڈالنا حسن کو زیادہ بھی کرتا ہے۔ اور پردہ بھی ہے۔ پس دونوں حالتوں میں عاشق کی جان پر خرابی لاتا ہے۔ دوسرے زلف سے مراد یار کے عاشق کی خودی ہے۔ یعنی اپنی خودی کو دیکھ کر خود خراب کر دیتا ہے۔ اور نہیں چاہتا کہ درمیان سے اُٹھ جائے۔ چہرہ بغیر زلف کے زیب نہیں دیتا پس معشوق کے صاف چہرے پر زلف بھی عاشق ہے۔ یعنی کبھی پریشان کرتا ہے۔ اور کبھی دل جمعی کر دیتا ہے پریشانی میں حیرانی اور دل جمعی میں غائب ہوتا ہے۔ پس یہ بیخودی چاہتا ہے لیکن اس کو خودی میں رکھتا ہے۔ اسی سبب سے یہ حکم ہوا تھا۔ کہ اے محمدؐ تو مجھ سے قرار ڈھونڈتا ہے۔ اور میں تجھ سے بے قراری چاہتا ہوں۔ اور بے قراری ممکن نہیں۔ مگر دوئی میں۔ اور دوئی ممکن نہیں مگر خودی میں۔ ہاں جب عاشق نہ ہو تو معشوق کے حسن کا انصاف کب کر سکتا ہے۔ جب میں نہ ہوں تو تیرا حسن کس سے ناز کرے۔ واللہ خیرالرازقین (اور اللہ تعالیٰ اچھا رزق دینے والا ہے) یعنی ہر طالب کو مطلوب تک پہنچاتا ہے۔ مگر طالب کامل ہونا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ من طلب شیئاً جد وجد (جس نے کسی چیز کی خواہش کی اور کوشش کی اور حاصل کر لی) البتہ وہ جو تو در حقیقت اللہ تعالےٰ سے چاہتا ہے۔ تو اس کا ٹھیک مستحق ہو۔ جو کوئی اس سے کوئی چیز مانگتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس چیز کو اس سے محروم نہیں رکھتا۔ اے ظاہر اور پوشیدہ کے جاننے والے جو شخص جس خوراک سے قوت پاتا ہے اس کو وہی خوراک عنایت کر۔ اس واسطے کہ تو سب سے اچھا رازق ہے۔ پس عام کی خوراک دنیا کی محبت ہے۔ اور خاص کی خوراک آخرت کی محبت۔ اور خاص الخاص کی خوراک حق تعالیٰ کی محبت ہے۔ جو شخص جس کی رغبت رکھتا ہے۔ اس کی خوراک ہے۔ جیسا کہ لیلےٰ مجنوں کی خوراک ہے۔ پس ہر عاشق اپنے

معشوق سے قائم۔ اور محبت کے غلبہ کے سبب کوئی محب اپنے محبوب سے جدا نہیں۔ کہ المرءمع من احب (مرد اس کے ساتھ ہے جس کو وہ محبت کرتا ہے) اس پر گواہ ہے۔ اے میری جان موت جو ہے یہ عاشقوں کی بکری ہے معشوق کی یاد کی مجلس میں آشنائی کی چھری سے اس کو انہوں ذبح کیا ہوا ہے۔ اور شوق کی سیخ پر عشق کی آگ سے بھون کر استعمال کیا ہے۔ ابد تک بے غم اور فارغ ہو کر معشوق کے چہرے کی طرف دیکھنے والے حاضر بحق ہونگے۔ موت سب کو کھاتی ہے۔ اور وہ موت کو کھاتے ہیں۔ جو نہیں کھاتا اس کو مرد نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے کہ مرد غالب کو کہتے ہیں۔ جو مغلوب ہے وہ عورت ہے۔ پس وہ برا ہے۔ برے کو مرد کب کہہ سکتے ہیں۔ اور موت جو ہے۔ وہ ایک مخلوق ہے۔ پس خالق کی ذات کا طالب سب پر غالب ہے۔ ضروری ہے کہ اس کو مردوں کے زمرہ میں سے نہ شمار کیا جائے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کی صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سب پر غالب ہے واللہ غالب علےٰ امرہٖ (اللہ تعالےٰ اپنے امر پر غالب ہے) اگرچہ سب اجل کی تلوار سے قتل کئے جاتے ہیں۔ لیکن دوستوں کی جان کے ملک پر اس کا دخل نہیں۔ اس واسطے کہ ان کی جان دوست کے مشاہدہ کے شغل میں انتقال کرتی ہے۔ ؎

ایں جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست روئے رخش بہ بیند وتسلیم او کند

(یہ مستعار جان کہ دوست نے حافظ کے سپرد کی ہے۔ اس کے چہرے کو دیکھ کر اسکے سپرد کرتا ہے) ÷

لیکن نیستی کے کمال میں خود بھی نہیں۔ اگرچہ سب کو نیستی کے مقام میں رکھتا ہے۔ ہستی نمایش کا مقام ہے۔ اور نیستی آرام کی خلوت۔ نمایش میں بیقراری ہے۔ اور آسایش میں آرام۔ اور یہ دونوں صفتیں عشق کی ہیں۔ اس واسطے بعض عاشق نیستی کے مقام میں ہیں۔ اور بعض ہستی کے مقام میں جو ہست ہیں وہ اس سے حاضر ہیں۔ اور جو نہیں وہ اس میں غائب ہیں۔ اور وہ لوگ جو ماضی حال اور مستقبل کہتے ہیں۔ جب حال کا مقصود ایسا ہے۔

پس سارا جال خاک ہے۔ یعنی ماضی میں کیا تھا۔ اور مستقبل میں کیا پیش آئیگا۔ چونکہ سب حالتوں میں یہی حال ہے۔ پس ماضی اور مستقبل خیال ہے۔ جب تو ہے تو ہی ہے۔ پس میں جو کچھ چاہوں کروں۔ اے میری جان جہان ذات کا آئینہ ہے۔ کہ اس کی ذات کی تمام صفات اس کے اس بے نہایت حسن کے آئینہ میں ظاہر ہوئیں۔ جب تک جہان کا آئینہ قایم ہے۔ قیام معکوس ہیں جاتا ہے۔ اس کے بعد قیامت قایم ہوگی۔ مکروا ومکر اللہ و اللہ خیر الماکرین (اور اُنہوں نے مکر کیا اور اللہ تعالےٰ نے بھی مکر کیا۔ اور اللہ تعالےٰ بہتر مکر کرنیوالوں سے ہے) دنیا۔ دین۔ نیکی۔ بدی۔ کافر۔ مسلم۔ زندگی۔ موت۔ قبر اور سوال۔ صراط اور حساب۔ بہشت۔ دوزخ اور صواب۔ عذاب یہ سب مکر ہے۔ اور اس کے مکر کی حقیقت سے کوئی شخص واقف نہیں۔ ؎

جہاں متفق بر الوہیتش فرو ماند در کنہ ماہیتش

(جہان اس کی الوہیت پر متفق ہے لیکن اس کی ماہیت کی حقیقت دریافت کرنے میں عاجز ہے) +

افسوس افسوس۔ جو کچھ ہے عشق ہے۔ آخرت عشق کا گلزار ہے۔ دنیا عشق کی کھیتی ہے۔ موت عشق کی مستی ہے۔ زندگی عشق کی ہوشیاری ہے۔ دن عشق کی خوشی ہے۔ رات عشق کا غم ہے۔ اسلام عشق کا رخسار ہے۔ کفر عشق کی سیاہ زلف ہے۔ مسلمان عشق کا جمال ہے۔ اور کافر عشق کا جلال ہے۔ صلاحیت عشق کا قرب ہے۔ گناہ عشق کی دوری ہے۔ دوزخ عشق کا شوق ہے۔ اور بہشت عشق کا ذوق ہے۔ ؎

ما در رہِ توحید خدا ہیچ ندانیم جز عشق خدا ہیچ ندانیم و نخوانیم

(ہم خدا کی توحید کی راہ میں کچھ نہیں جانتے۔ خدا کے عشق کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے اور کچھ نہیں کہتے) +

یسبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض (جب تمام اہل زمین اور اہل آسمان ذکر میں ہیں اور از روے معنے ایک دم سے کے ہیں۔ پھر گنہگار کون

ہے۔ اور مطیع کون ہے۔

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است ولے باید دریں معنے کہ گوش است

(جس کو تو دیکھے وہی اس کی یاد میں خروش کر رہا ہے۔ اس بارے میں ایسا دل چاہیئے جو کان ہے) +

اے وہ کہ تیری نظر میں تیرے سوا اور کوئی نہیں۔ تیری نظر کے سوا تجھے دیکھنے والا اور کوئی نہیں۔ پس تو ہی حاضر اور ناظر ہے۔ اور سب کاموں پہ تیرے سوا کوئی قادر نہیں۔ اے دوست دوست کی نظر میں دوست کے سوا کوئی دوست نہیں۔ بلکہ دوست کی دوستی میں سب دوست ہمہ دوست کی طرح نہ دوستی ہے نہ دوست۔ اے مطلق خزانے کے گوشے یہ موت کا عالم نہیں۔ ہر چیز کہ تیرے پاس بہت عجیب چیزیں ہیں۔ لیکن ہم نہیں چاہتے۔ کہ تو ہمارے سامنے لائے۔ سوائے اس کے کہ تو پردے کو درمیان سے اٹھا دے۔ اور ہمیں اپنے میں غائب کرے۔ اور ایسی خنجر مار کہ ہم جان کنی کے عذاب سے چھوٹ جائیں۔ ع

چرا دشوار باید کرد بر خود کار آساں را

(اپنے آپ پر آسان کام کو کیوں مشکل کرنا چاہیئے)

لیکن ہمارے ہونے میں نمود ہے۔ یعنی ہر چند کہ روشنی ہے۔ لیکن تاریکی کے سبب معدوم ہے۔ نہیں تو محض روشنی میں روشنی معدوم ہے۔ لی قلب عصیتہ عصیت اللہ یعنی اس سے مراد بے فرمانی ہے۔ اگر میں اس دل کی نافرمانی کروں تو گویا میں نے خدا کی نافرمانی کی۔ دل جو ہے یہ شاہ عشق کی تجلیات کا مقام ہے۔ اس سبب سے کبھی قادری صفت میں اور کبھی عاجزی کی صفت میں اور کبھی خداوندی کی صفت میں۔ اور کبھی بندگی کی صفت میں۔ اور کبھی عاشقی کی صفت میں اور کبھی معشوقی کی صفت میں اور کبھی عارفی کی صفت میں۔ اور کبھی معروفی کی صفت میں۔ اور کبھی منتوخدی کی صفت میں۔ اور کبھی مشرکی کی صفت میں۔ اور کبھی مسلمی کی صفت میں۔ اور کبھی کافری کی صفت میں۔ اور کبھی ہستی کی صفت میں۔ اور کبھی نیستی کی صفت میں۔ کبھی

نزدیک۔ کبھی دور۔ کبھی حاضر۔ کبھی غائب۔ کبھی جمع۔ کبھی متفرق۔ کبھی غمگین۔ کبھی خوش۔ یہ سب شاہِ عشق کی نگاہ کی تجلیات ہیں۔ کہ ہر دم نرالی ہی تجلی میں ظاہر ہوتا ہے۔ پس جو حالت واقع ہو اسی کا مرید ہونا چاہیئے۔ اور جو کچھ دل پر فرمائے اس کے پیچھے خوش ہو کر جانا چاہیئے۔ خطا اور صواب کا اسباب ایک طرف رکھ دینا چاہیئے۔ اور ہر حالت میں اپنے آپ کو درمیان نہیں لانا چاہیئے اور وہ دو کام ہیں۔ یعنی خود بینی اور بدنشینی (اپنے آپ کو دیکھنا۔ بدوں کے ساتھ بیٹھنا) اور ان دونوں سے کنارہ کشی کرنی چاہیئے۔ ے

نقاب پردہ ندارد نگار دل کش ما تو خود حجاب خودی حافظ ازمیاں برخیز

(ہمارا دلکش معشوق پردے کا گھونگٹ نہیں رکھتا۔ اے حافظ تو خود ہی پردہ ہے۔ درمیان سے اُٹھ جا) +

اور وہ جو کہتے ہیں۔ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب (زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنی) وہ یہ ہے۔ یعنی لا اله کا اقرار زبان سے کرنا۔ اور الا اللہ کی تصدیق دل سے کرنا ہے۔ کہنا ایمان کی روشنی ہے اس واسطے کہ لا اله الا اللہ کی تصدیق۔ اور اقرار دوست کی تصدیق اور اقرار ہے۔ ے

بایدت با او ہمیشہ تا کہ باشد مہر و ماہ دشمنانت را نخواہم سر بریدہ ہمچو کاہ

(جب تک سورج اور چاند ہے مجھے اس کے ساتھ ہمیشہ رہنا چاہیئے۔ میں تیرے دشمنوں کا سر گھاس کی طرح کٹا ہوا چاہتا ہوں) +

میں کہتا ہوں اور غیروں کو درمیان میں دیکھتا ہوں۔ اسی واسطے میرا ایمان تاریک ہے۔ کیونکہ جھوٹ کہنا ایمان کی تاریکی ہے۔ اے پروردگار اُن مردوں کی طفیل جن کی شان میں تو نے ان اللہ مع الصابرین (بیشک اللہ تعالےٰ صابروں کے ہمراہ ہے) فرمایا ہے۔ مجھ جھوٹے کو بخش۔ اور ہمیں اپنی بارگاہ کے صادقوں میں لا +

افسوس افسوس۔ ہرچند کہ میں جھوٹا ہوں۔ لیکن اپنے جھوٹ سے میں خود حیران ہوں۔ ہمیشہ میں اسی خیال میں پیچ و تاب کھاتا ہوں۔ کہ

تو عشق کے غلغلہ کی صراحی سے محبت کا پیالہ عنایت فرمائیے تاکہ مجھے آرام نصیب ہو۔ اور نیستی سے اس اپنی مستی کو مار جاؤں۔ لیس فی الدارین غیری الاھو (دونوں جہان میں میرے سوا کوئی نہیں مگر وہ) لامکان کے صحرا میں ڈالوں +

رباعی

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے ۔۔۔ چندیں سخنے نغز کہ گفتے کہ شنیدے
(اگر عشق نہ ہوتا اور عشق کا غم نہ ہوتا ۔۔۔ تو اتنی عمدہ باتیں کون کہتا اور کون سنتا)
گر باد نبودے کہ سر زلف ربودے ۔۔۔ رخسارۂ معشوق بعاشق کہ نمودے
(اگر ہوا نہ ہوتی جو زلف کا سر اٹھاتی ۔۔۔ تو معشوق کا رخسارہ عاشق کو کون دکھاتا)

عشق سے مراد عاشق ہے۔ اور غم سے مراد معشوق۔ اور زلف سے مراد معشوق کا پردہ ہے۔ اور ہوا سے مراد مرشد ہے۔ اور مرشد سے مراد محبت ہے۔ پس مرشد کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ کہ کوئی اس پردے کو درمیان سے اٹھا دے۔ اور عاشق معشوق سے ملے۔ پس مقصود بھی مرشد ہے۔ اس واسطے کہ جب تک حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور نہیں ہوا تھا کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے بھید سے پوری واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ اچانک یہ روشنی اُس تاریکی سے ظاہر ہوئی۔ جو کچھ نہ دیکھا تھا وہ ہم نے دیکھا۔ ع

روئے تو کس ندید ہزارت رقیب ہست

(تیرا چہرہ کسی نے نہیں دیکھا تیرے ہزاروں رقیب ہیں)

البتہ تیرا چہرہ تیرے سوائے کسی نے نہیں دیکھا۔ یعنی عدد نما بی بدلی رقیب سے مراد دین۔ دنیا۔ کفر۔ اسلام۔ امر۔ نہی۔ اطاعت اور نافرمانی اور شرع کے حکم اور ہزاروں عقلی تکلیفیں جو اس بارے میں اس چہرے کے رقیب ہیں۔ اور رقیب سے دوسری مراد آنکھ۔ زبان۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں اور سارے اعضا اس چہرے کے رقیب ہیں۔ لیکن یہ رقیب بھی ہیں اور دلیل بھی۔ اس واسطے کہ ظہور بھی یہی ہے۔ اور حجاب بھی یہی ہے۔ اور یہی حجاب اس کا ظہور ہے۔

اور یہی ظہور حجاب ہے۔ پس جب حجاب اٹھ جاتا ہے۔ تو ظہور بھی اُٹھ جاتا ہے۔ پس اس قدر ذوق اور شوق کس سے پیدا ہو۔ دوسرا غنچے سے مراد پردہ ہے۔ یعنی کئی ہزار پردوں میں صفت پوشیدہ ہے۔ کس طرح اس کا چہرہ کوئی دیکھ سکے۔ جتنا ظہور ہوا ہے اُسی قدر چھپا ہوا ہے۔ اور ابھی تک اس پھول جیسے چہرے والے کی خوشبو ظاہر نہیں ہوئی۔ اور اس خوشبو کی آرزو میں لاکھوں **عاشق** بے قرار ہیں۔ اچانک عنایت کی ہوا چلی۔ اور اس غنچے کا منہ کھل گیا۔ اور اس کی خوشبو سے **عاشق** کو بلبل کی طرح مست اور بے خود کر دیا۔ اور ظہور کیا ہے؟ وہ رقیب جانی ہے۔ رقیب اور بلبل کی کہانی اس وقت تک ہے۔ کہ جب تک چہرہ پردہ میں ہے۔ جب پردہ سے باہر نکلا۔ تو کوئی درمیان میں نہیں آتا۔ اس وقت ذوق میں ایسا ہو جاتا ہے کہ کسی اپنے پرائے کو اس میں دخل نہیں دینے دیتا +

افسوس افسوس۔ اگر تو جان کے کانوں سے سُنے۔ تو ہر دم انا الحق کی آواز ہر شے سے نکلتی ہے۔ اور اس آواز کے بغیر کوئی بھی جہان میں نہیں۔ لیکن اس زمانہ میں یہ حال منصور سے قال کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حتے کہ اس قدر حال حاصل ہوا۔ کہ اگرچہ حضرت خواجہ حسین منصور حلاج کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا۔ اور جلایا۔ اور اس کی راکھ کو برباد کیا۔ لیکن اس آواز کو بند نہ کر سکے۔ پس یاد رہے کہ وہ آواز منصور سے نہ تھی۔ وہ انی انا اللہ درخت سے آئی۔ اور کوئی درخت درمیان نہ تھا۔ کیا تعجب ہے کہ منصور سے آئی ہو اور منصور بھی درمیان نہ تھا +

رباعی

من نئے گویم انا الحق یار میگوید بگو ۔۔۔ چوں نگویم چوں مرا دلدار میگوید بگو

(میں انا الحق نہیں کہتا بلکہ یار کہتا ہے کہ کہو میں کس طرح نہ کہوں جبکہ یار کہتا ہے کہ کہو)

سر منصوری نہاں کردن حدے چوں منست ۔۔۔ چوں کنم ہم ریسماں ہم دار میگوید بگو

(منصوری بھید کو پوشیدہ رکھنا مجھ جیسے کی لیاقت سے باہر ہے۔ جب میں

پوشیدہ کرتا ہوں تو رسی اور سوئی کتنی ہے کہو) +

اے میری جان اللہ تعالےٰ کے طالبوں کی دو نظریں ہوتی ہیں۔ اور اس کی ہدایت ہے جس کو عنایت کرے۔ ایک اول حال دوسرے آخر حال اول حال غیر کو دل کی تختی سے دھو دینا ہے۔ اور آخر حال اللہ کا نقش اس تختی پر منقش کرنا ہے۔ یعنی پہلے اپنے آپ کو خدائی میں دیکھتا ہے۔ اور یہ نظر فانی بناتی ہے۔ اور آخر کار خدا کو اپنے آپ میں پاتا ہے۔ اور یہ نظر باقی بناتی ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی صفت سے قایم ہوتا ہے۔ اسی واسطے ہمیشہ کی بقا حاصل کرتا ہے۔ الا اِن اولیاء اللہ لایموتون (خبردار اللہ تعالےٰ کے اولیا نہیں مرتے) اس پر گواہ ہے۔ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

(وہ شخص ہرگز نہیں مرتا جس کا دل عشق سے زندہ ہوا۔ ہماری ہمیشگی جہان کے دفتر میں لکھی ہوئی ہے) +

پہلے محو ہو جاتا ہے۔ اور پھر صحو میں آتا ہے۔ وہ موت اور یہ زندگی ہے۔ لیکن عجیب وہ صحو ہے۔ جو عین محو ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے پہلے موت کو یاد کیا اور بعد میں زندگی کو۔ یعنی خلق الموت والحیات (پیدا کیا موت کو اور زندگی کو) البتہ جب تک نہ مرے زندہ کب ہو سکتا ہے۔ اس موت اور زندگی سے کسی کو واقفیت نہیں۔ مگر طالبان حق کو۔ کہ ان کی موت اور زندگی اور ہی ہے۔ ؎

بوالعجب قومے کہ پیش از مردنِ خود مردہ اند پیش ازاں کاید نویدے رخت آنجا بردہ اند

(وہ لوگ بڑے عجیب ہیں جو اپنی موت سے پہلے ہی مر گئے ہیں۔ اور خوشخبری کے آنے سے پہلے ہی اس مقام پر اسباب لے گئے ہیں) +

وہ لوگ جنھوں نے محبت کے پیالے سے ایک گھونٹ پیا ہے۔ پیالہ میں خون ڈال کر پی گئے ہیں۔ البتہ جنھوں نے پیا ہے سو ہی خدا رسیدہ ہوئے ہیں۔ اور چپ ہو گئے ہیں۔ اے دل تو ان بیہودہ باتوں کو چھوڑ دے۔ جب تجھ سے کچھ بن نہیں آتا۔ تو مع نفسک وتعالیٰ (اپنی جان کو چھوڑ دے اور

اوپر آجا) اگرچہ ایسا ہی ہے۔ لیکن اس سے مراد یہ ہے۔ کہ تو ہر حالت میں اپنے آپ کو درمیان نہ لا۔ اور تمام حرکات وسکنات میں اللہ تعالےٰ پر نظر رکھ۔ اور دل کی آنکھیں اس اشارہ پر لگا۔ کہ لا تتحرك شيئا الا باذن الله (کوئی شے اللہ تعالےٰ کے حکم کے بغیر نہیں حرکت کرتی) تاکہ تو وفی انفسکم افلا تبصرون (اور تمہاری جان میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے) کے معنوں سے واقف ہو جائے۔ اور سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کو نہ پہچانے۔ اے میری جان نفس جو کہ **معشوق** کا پردہ ہے۔ ہر دم اس پردہ کے پیچھے ناز کی زبان سے جان پر کھیل جانے والے **عاشق** کے آگے راز بیان کرتا ہے۔ اور آواز دیتا ہے۔ کہ ع نفسك وتعالیٰ یعنی تو ہم تک نہیں پہنچ سکے گا۔ لیکن دم توڑ کر۔ یعنی اس پردہ کو پھاڑ ڈال اور آجا۔ لیکن اس پردہ کے پھاڑنے کی قدرت اس کے ہاتھ نہیں دی۔ جب تک کہ خود نہ پھاڑے۔ وہ نہیں پھٹتا۔ جب کہ پھٹ جاتا ہے۔ تو نہیں ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی طالب کون اور مطلوب کہاں۔ ے

این ہر دو بپیش عاشق دریائے راز باشد ارنی ولن ترانی ناز و نیاز باشد
(یہ دونوں عاشق کے آگے راز کا دریا ہیں ارنی اور لن ترانی ناز و نیاز ہے)

افسوس افسوس۔ بچارے **عاشق** کو یہ امید ہوتی ہے کہ اُس کو پھاڑے گا۔ دیر جو ہے وہ صرف اشتیاق کے غلبہ کے واسطے ہے۔ جس قدر زیادہ مشتاق ہوتا ہے۔ اسی قدر زیادہ نزدیک ہوتا ہے اور جس قدر زیادہ نزدیک ہوتا ہے۔ وہ پردہ حقیر ہوتا جاتا ہے۔ ے

مرہمے بر دل نہد امیدوار خویش را چشم آں دارم کہ آں بے مہر بعد از داغ ہجر
(مجھے یہ اُمید ہے کہ وہ بے مہر ہجر کا داغ دینے کے بعد۔ اپنے امیدوار کے دل پر مرہم لگائیگا)

افسوس افسوس۔ وہ عجب دلدار ہے۔ جس کے ہر بال میں ایک **عاشق** ہے۔ اور ہر **عاشق** کا جدا ہی بازار ہے۔ اور ہر بازار میں اور ہی خریدار ہے۔ اور ہر خریدار کا کچھ اور ہی خیال ہے۔ اور ہر خیال

میں ایک نرالا ہی بھید ہے۔ ؎

توتنہا نیستی بیمار چشم شوخ آں دلبر　　که چشمش چوں تو در ہر گوشہ بیمارِ دگر دارد

(صرف تو ہی اس دلبر کی شوخ چشم کا بیمار نہیں۔ بلکہ اس کی آنکھ تیرے جیسا ہر گوشے میں اور بھی بیمار رکھتی ہے) ❖

اے دل تو کب تک ان تفرقوں میں متفرق رہیگا۔ نفس شیطان خلقت۔ دنیا۔ کفر۔ اسلام۔ نیکی۔ بدی۔ بہشت اور دوزخ سب کو محبت کے دائرہ میں جمع کر۔ اور محبت کی چکی میں پیسکر عشق کے ہاتھ سے گولی بناکر وحدت کے دریا میں پھینک دے۔ والسلام یعنی ولا یشرک بعبادۃ ربہٖ احدا (خدا کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنا) ❖

تمّت

حجت الاسرار

یہ رسالہ بھی حضرت سلطان باھُو قدس سرہ العزیز کی تصنیف لطیف سے ہے۔ جس کا نہایت عمدہ سلیس اردو ترجمہ بامحاورہ طالبان مولیٰ کے لئے کیا گیا ہے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی قابل قدر کتاب ہے ۔ قیمت ... ... ۲؍

کلید التوحید

یہ رسالہ سراپا برکت از تصنیف لطیف حضرت سلطان باھُو قدس سرہ العزیز سے ہے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے اس رسالہ کی نسبت دیباچہ میں عونے کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس سراپا رحمت رسالہ کو بغور پڑھے اور اس پر عمل کرے۔ اگر بے علم ہو تو عالم بامعنی ہو۔ اگر ناقص ہو تو پیر طریقت بنے اگر فقیر ہو تو غنی بنے مصنف علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ گنجینہ اسرار الٰہی بحکم خدا (الہام) اور منظوری جناب سرور کائنات لکھا گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام کلید التوحید رکھا گیا۔ طالبان صراط مستقیم کے لئے واقعی کلید توحید ہے ۔ قیمت ... ... ۱۲؍

مثنوی تحفۃ العاشقین معہ تحفۃ العارفین

یہ دونوں کتابیں سالک حق پرست مست بادہ الست مقبول بارگاہ احد حضرت شاہ عبد الصمد قدس سرہٗ نقشبندی مجددی کی تصنیف لطیف میں سے ہیں۔ اردو زبان میں سراپا برکت اور رحمت ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت مصنف کو ان کتب کی تصنیف کیلئے خواب میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا تھا۔ اور یہی وجہ ان کے مقبول عام اور فائدہ مند ہونے کی ہے یہ دونوں کتابیں نہایت خوشخط اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر بہت صحت سے چھاپی گئی ہیں قیمت ۱۲؍

تحفہ قادریہ زبان اردو

اس بابرکت کتاب میں حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ لاہوری نے جو عاشق جناب سید عبد القادر جیلانی کے ہیں جناب غوث پاک کے مناقب و کرامات کو نہایت معتبر روایات سے عجیب دلکش اور پُراثر طریق سے قلمبند فرمایا ہے اور تحریر عبارت میں جناب علیہ الرحمۃ نے اپنے سچے عشق اور بیتابی کا نہایت پُر درد الفاظ میں ثبوت دیا ہے جس کے مطالعہ سے انسان پر فوری اثر نمودار ہوتا ہے اس کتاب کو طالبان مولا کی خاطر نہایت عام فہم اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے اور بہت بڑی کوشش سے چھاپا گیا ہے ۔ قیمت ... ... ۱۰؍

حیات جاودانی

یعنی

مناقب و حالات حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ زبان اردو

یہ کتاب نایاب جو حضرت غوث صمدانی قطب ربانی میراں محی الدین سید عبد القادر گیلانی کے حالات و کرامات میں جامع ہے۔ عربی کتاب

قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبد القادر

مطبوعہ مصر کا نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ ہے

اس کتاب میں حضرت موصوف کے بچپن سے لیکر اخیر تک کے کل حالات مع کرامات عالیہ تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ آپ کے علم و فضل کے حالات آپ کے مدرسہ کی کیفیت آپ کے یاران صحبت کے سوانح اور ان بزرگوں کے حالات جو آپ کے زمانہ میں اولیائے کرام ہو رہے تھے نیز آپ کے شاگردوں کے حالات اور ان کا ذکر جن کو جناب عالی مقام سے فیض باطنی نصیب ہوا ہے۔ آپ کے فرزندان عالی مقام کے حالات اور شجرہ انساب کو علاوہ دیا گیا ہے۔ آج تک اردو زبان میں کوئی جامع کتاب نہیں چھپی حجم

المشتہر

ملک چنن دین ملک تاج الدین حافظ ملک فضل الدین تاجران کتب قومی کشمیری بازار لاہور